معاشرتی علوم

پانچویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو، سندھ

مُعاشرتی علوم

پانچویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو، سندھ

ناشر

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو سندھ و منظور شدہ

محکمۂ تعلیم صوبۂ سندھ

بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

مصنفین

ایس، حامد علی جعفری
ایڈگر وکٹر

مدیران

ڈاکٹر محمّد صالح شاہ بخاری
عبدالمجید عباسی

نگراں

قائم الدّین بلال

طابع : رشید اینڈ سنز پریس، کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
باب : پہلا		باب : آٹھواں	
ہمارا وطن	5	آبادی اور پیشے	54
باب : دوسرا		باب : نواں	
پاکستان کا محلِ وقوع	12	وطن کی سلامتی	64
باب : تیسرا		باب : دسواں	
پاکستان کی سطح	20	ہمارے ملک کا انتظام	74
باب : چوتھا		باب : گیارہواں	
آب وہوا	23	آمدورفت، مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع	81
باب : پانچواں		باب : بارہواں	
قدرتی وسائل	34	رفاہی ادارے	91
باب : چھٹا		باب : تیرہواں	
معدنی پیداوار	42	ہمارے مسائل اور ان کا حل	101
باب : ساتواں		باب : چودہواں	
پاکستان کی صنعت وحرفت	47	چند اہم شخصیتیں	106

برِّاعظم ایشیا
(سیاسی تقسیم)
کلومیٹر 2000 1000 500 0 کلومیٹر
بین الاقوامی سرحد
دارالحکومت
مشہور شہر
جزائر برطانیہ
منجمد شمالی
بحیرۂ بیرنگ
بحیرۂ اوکھوٹسک
یورپ
روس
ماسکو
لینن گراڈ
قازقستان
بحیرۂ ارل
منگولیا
عوامی جمہوریہ چین
دیوارِ چین
بیجنگ
سن کیانگ
ترکی
عراق
ایران
تہران
افغانستان
پاکستان
بھارت
سعودی عرب
یمن
برما
خلیجِ بنگال
بحیرۂ عرب
بحیرۂ جنوبی چین
فلپائینز
بورنیو
انڈونیشیا
سری لنکا
افریقہ
ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

ہمارا وطن

براعظم ایشیا کے نقشے میں پاکستان کو دیکھیے۔ ہمارا یہ ملک' ایشیا کے جنوبی حصے میں ایک وسیع علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں ہمالیہ' ہندوکش اور قراقرم پہاڑ ہیں اور جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ مشرق میں بھارت' مغرب میں ایران اور شمال مغرب میں افغانستان ہیں۔

پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے اور بھارت کے مشرق میں بنگلہ دیش اور شمالی پہاڑی علاقے میں نیپال کی مملکت ہے۔ اس طرح اس وسیع علاقے میں چار آزاد ممالک پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش اور نیپال واقع ہیں۔

ہندو اور مسلمانوں کی تہذیب میں فرق

قیام پاکستان سے پہلے پورے جنوبی ایشیا پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے جنوبی ایشیا کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی جنھوں نے جنوبی ایشیا پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی۔ مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے جنوبی ایشیا میں ہندو اور بدھ مت کے ماننے والے تھے۔ جب مسلمانوں نے یہ ملک فتح کیا تو وہ بھی یہاں آباد ہو گئے اور اس کو اپنا وطن بنا لیا۔ مسلمان اپنے مذہب اور رہن سہن کے طریقوں کی وجہ سے ہندوؤں سے بالکل جدا تھے' اس لیے انھوں نے اپنا علیٰحدہ وجود قائم رکھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑے اختلافات تھے۔ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں اور بت پرستی یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ ہندو بہت سے دیوتاؤں پر ایمان رکھتے اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں چھوٹے بڑے یا امیر غریب میں کوئی فرق نہیں مانا جاتا۔ کیونکہ سب مسلمان آپس میں برابر ہیں۔ اس کے برخلاف ہندوؤں میں علیٰحدہ علیٰحدہ چار ذاتیں تھیں۔ نیچی ذات والے ہندو اونچی ذات

والے ہندوؤں کے ساتھ نہ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھا سکتے تھے اور نہ ہی انھیں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ ان باتوں کے علاوہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے رہن سہن کے طریقوں، لباس، زبان اور خوراک میں بھی فرق تھا۔ دونوں قوموں کے تہوار بھی علیٰحدہ علیٰحدہ تھے۔ تاریخ اور تہذیب بھی جدا تھی۔ غرضیکہ دونوں قوموں میں مذہب، رہن سہن اور رسم و رواج میں کوئی بات بھی مشترک نہ تھی۔

آزاد مسلم مملکت قائم کرنے کی ضرورت

مسلمان جنوبی ایشیا پر ایک ہزار سال حکمران رہے اور اس کے بعد یہاں تقریباً ایک سو سال تک انگریزوں کی حکومت رہی اس طرح مسلمان اور ہندو جنوبی ایشیا میں گیارہ سو سال تک ساتھ رہے۔ بحیثیت حکمران کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بڑی رواداری اور فراخ دلی کا برتاؤ کیا مگر ہندوؤں نے مسلمانوں سے تعاون نہیں کیا۔ انھوں نے مسلمانوں سے نہ برابری کا سلوک کیا اور نہ ہی انگریزوں کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیا۔ دراصل ہندو یہ سمجھتے تھے کہ جنوبی ایشیا ہندوؤں کی سرزمین ہے اور مسلمانوں کو اس میں آزادی سے رہنے کا حق نہیں۔ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ہندو جنوبی ایشیا پر حکمران بن کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے محکوم بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس لیے مسلمانوں اور ہندوؤں میں اختلافات قائم رہے اور مسلمانوں میں علیٰحدگی کا خیال بڑھتا گیا۔

مسلمانوں کے خلاف انگریزوں اور ہندوؤں کا اتحاد

مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد انگریز پورے جنوبی ایشیا پر قابض ہوگئے۔ انگریز مسلمانوں کے سخت خلاف تھے اور وہ مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی حالت بالکل تباہ کردینا چاہتے تھے۔ جنوبی ایشیا کے لوگوں نے مل کر 1857ء میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جنگ لڑی، جس کو جنگ آزادی کہا جاتا ہے۔ مگر انھیں اس لڑائی میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے اور ان کا قتل عام کیا۔ برخلاف اس کے انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا اور ان کو سرکاری ملازمتیں بھی دیں۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی عنایت اور مہربانی سے پورا فائدہ اٹھایا اور انھوں نے ملک کی حکومت میں بھی اپنی حیثیت مضبوط کرلی اور مسلمانوں کی مخالفت میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ انگریزوں کی سرپرستی میں ہندوؤں نے اپنی ایک سیاسی جماعت بھی بنالی، جس کا نام انڈین نیشنل کانگریس رکھا گیا۔

سرسیّد احمد خان کی خدمات

ایسی حالت میں جب مسلمانوں میں مایوسی اور بدحالی چھائی ہوئی تھی ، سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی رہبری کرنے اور ان میں بیداری پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بڑے دور اندیش تھے اور ان کو اپنی قوم سے بے حد محبت تھی۔ وہ مسلمانوں کی حالت بہتر بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے کوشش کی کہ انگریز مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ بدل کر انصاف سے پیش آئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اسلامی تعلیم کے علاوہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ ان کو بھی حکومت میں کچھ حصہ مل سکے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو رفتہ رفتہ بڑھ کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ سرسیّد احمد خان نے ہندوؤں کے ارادوں کو بھی بھانپ لیا تھا اور وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ ہندوؤں کی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس صرف ہندوؤں کے مفاد کے لیے بنائی گئی ہے۔ سرسیّد احمد خان یہ کہتے تھے کہ مسلمان اور ہندو دو علیٰحدہ قومیں ہیں۔ مسلمانوں کو خود علیٰحدہ منظم ہونا چاہیے اور ان کو ہندوؤں کی جماعت کانگریس میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ ان باتوں سے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی اور ان میں منظم ہونے کا جذبہ ابھرا۔ آخرکار جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے اپنی ایک علیٰحدہ سیاسی جماعت بنالی جس کا نام مسلم لیگ رکھا گیا۔

پاکستان کا تصوّر اور علاّمہ اقبالؒ

سرسید احمد خان کے بعد مسلمانوں میں برابر سیاسی بیداری بڑھتی گئی۔ ادھر ہندو بھی کھلم کھلا مسلمانوں کی مخالفت کرنے لگے اس لیے مسلمانوں کے لیڈروں پر یہ بات پورے طور پر واضح ہو گئی کہ جنوبی ایشیا میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر مسلمان آزادی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس کا احساس خاص طور پر علامہ اقبالؒ کو ہوا اور سب سے پہلے انھوں نے پاکستان کا تصور قوم کے سامنے پیش کیا۔ 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے مطالبہ کیا کہ جنوبی ایشیا کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی آزاد ریاست قائم کی جائے۔ اس مطالبے نے مسلمانوں میں ایک نیا جوش اور اتحاد پیدا کر دیا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس مطالبے کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ اس لیے مسلمانوں میں علیٰحدہ آزاد مملکت کا خیال زور پکڑتا گیا۔

قائد اعظم محمدؐ علی جناحؒ

اس وقت مسلمانوں کا کوئی لیڈر ایسا نہیں تھا جو ان کی صحیح طور پر رہبری اور قیادت کر سکتا۔ قائد اعظم محمدؐ علی جناحؒ انگلستان سے واپس آگئے اور مسلم لیگ کے صدر چن لیے گئے۔ انھوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور ان میں حیرت انگیز اتحاد و نظم پیدا کیا۔ قائد اعظمؒ کی دور اندیشی، عقلمندی، خلوص اور قومی خدمت کے جذبے کی وجہ سے مسلمانوں میں پاکستان حاصل کرنے کے لیے بڑا جوش پیدا ہو گیا اور چند کانگریسی مسلمانوں کو چھوڑ کر جنوبی ایشیا کے تمام مسلمان قائد اعظمؒ کے ساتھ ہو گئے۔ آخر کار 1940ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ قائد اعظمؒ کی صدارت میں ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی طرف سے جنوبی ایشیا کے ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کو قرارداد پاکستان کہتے ہیں۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کی سخت مخالفت کی۔ انگریز حکومت کی طرف سے دوسری تجویزیں پیش کی گئیں اور انگلستان سے پارلیمنٹ کے چند ممبر اور وزیر بھی سیاسی معاملات طے کرنے کے لیے جنوبی ایشیا آئے مگر ہندوؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ قائد اعظمؒ پاکستان کے مطالبے پر سختی سے جمے رہے۔ ہندوؤں نے جنوبی ایشیا میں بڑے پیمانے پر فسادات شروع کیے اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے۔ آخر کار انگریز حکومت نے مطالبۂ پاکستان منظور کر لیا اور جنوبی ایشیا کے مشرقی اور مغربی علاقوں کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ملا کر ایک آزاد مملکت، پاکستان 14 اگست 1947ء کو قائم کر دی گئی۔ اس طرح قائد اعظمؒ کی ان تھک اور مخلصانہ کوششوں سے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

نظریۂ پاکستان

مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ دو قوموں کے نظریہ کے بنا پر کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں، جن کا ایک قوم کی شکل میں مل جل کر رہنا ناممکن تھا۔ چوں کہ ہندو تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے، اس لیے وہ جنوبی ایشیا میں ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، جس میں مسلمان ہمیشہ کے لیے محکوم اور مجبور بن کر ہندوؤں کے رحم و کرم پر رہ جاتے۔ مسلمان ایسی حکومت چاہتے تھے جس میں وہ بھی آزاد ہوں اور اپنی زندگی اسلام اور قرآن کریم کے احکامات کے مطابق گزار سکیں۔ اسلام صرف مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں پوری زندگی کے لیے مکمل ہدایات

موجود ہیں۔ قرآن کریم کے احکامات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کر کے ہر مسلمان اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ یہ صورت ہندو راج میں ممکن نہیں تھی' اس لیے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا ہے' تاکہ ہم آزادی کے ساتھ اپنی زندگی اسلامی احکامات کے مطابق گزار سکیں۔

بھارت کے بُرے ارادے

اگرچہ مسلمانوں کی کوشش سے پاکستان بن گیا تھا مگر ہندوؤں نے اسے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ برابر پاکستان کے خلاف بُرے ارادے رکھتے تھے۔ پاکستان بنتے وقت بھارت اور پاکستان کی سرحدیں قائم کرنے میں پاکستان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔

کشمیر کا مسئلہ

پاکستان سے بالکل ملا ہوا شمال میں ریاست کشمیر کا علاقہ ہے۔ صرف جنوب میں ایک جگہ ذرا سی زمین کی پٹی بھارت سے ملتی ہے۔ یہاں 85 فیصد مسلمان آباد تھے۔ قانونِ آزادی میں جس کے تحت پاکستان قائم ہوا تھا یہ طے کردیا گیا تھا کہ جس علاقے کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگی وہ پاکستان میں شامل کیا جائے گا اور ریاستیں اپنے حالات کے مطابق یا تو بھارت میں شامل ہوجائیں یا پاکستان میں۔ علاوہ ازیں پاکستان میں جو دریا بہتے ہیں وہ کشمیر سے نکلتے ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو۔ مگر یہاں کا راجہ ہندو تھا۔ وہ مسلمانوں پر ظلم کرتا تھا۔ بھارتی لیڈروں نے ہندو راجہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور رعایا کی مرضی کے خلاف کشمیر کو بھارت میں شامل کر کے بھارتی فوج وہاں بھیج دی۔ اس پر پاکستانی مجاہدین اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے کشمیر میں داخل ہو گئے اور پاکستان کو بھی فوجی کارروائی کرنا پڑی۔ کشمیر کا کچھ علاقہ آزاد کرالیا گیا جو آج تک آزاد کشمیر کے نام سے قائم ہے۔

یہ معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش ہوا۔ اقوام متحدہ دنیا کی قوموں کی نمائندہ جماعت کہلاتی ہے۔ اس کا دفتر امریکہ کے شہر نیویارک میں ہے۔ یہ جماعت دنیا کی قوموں کے آپس کے جھگڑے طے کرانے کی کوشش کرتی ہے۔ کشمیر کے معاملے میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کشمیر بھارت میں شامل ہو یا پاکستان میں اس بات کا فیصلہ کشمیریوں کی عام رائے شماری سے کیا جائے۔ پاکستان اور بھارت نے یہ فیصلہ منظور کر لیا مگر بھارت جانتا تھا کہ رائے شماری میں تمام آبادی پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی۔ اس لیے اس نے اب

تک رائے شماری نہیں کرائی اور دنیا کے تمام ملکوں کی رائے کے خلاف زبردستی کشمیر پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔

1965ء کی جنگ

کشمیر کا مسئلہ بھارت اور پاکستان کے درمیان برابر مخالفت کا سبب بنا ہوا ہے۔ 1965ء میں بھارت نے کشمیر میں حد بندی پار کرنے کی کوشش کی تو پاکستانی فوجوں نے بھارتی فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ بھارت نے بغیر کسی اعلان کے ایک زبردست فوج سے پاکستان پر لاہور کے قریب اچانک حملہ کردیا۔ مگر پاکستان کے جیالے فوجی جوانوں نے بھارت کی فوج کو بری طرح شکست دی۔ بھارت نے سیالکوٹ کے پاس ٹینکوں کی بھاری تعداد کے ساتھ دوسری جگہ لڑائی چھیڑی مگر یہاں بھی شکست کھائی۔ ہوائی اور سمندری لڑائی میں بھی بھارت کی شکست ہوئی۔ اس لیے بھارت نے مجبور ہو کر جنگ بندی قبول کرلی۔ کچھ عرصے بعد صلح کا معاہدہ ہوگیا اور پاکستان نے جنگ میں فتح کیے ہوئے بھارت کے علاقے اسے واپس کر دیے۔

1971ء کی جنگ

1965ء کی ناکامی کے باوجود بھارت برابر پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس مرتبہ اس کو مشرقی پاکستان میں موقع مل گیا۔ دوسرے سابق مشرقی پاکستان بھارت کے گھیرے میں تھا اور موجودہ پاکستان سے 1600 کلومیٹر دور تھا۔ وہاں ہندوؤں کی تعداد بھی کافی تھی۔ بھارت نے اپنے ایجنٹوں اور چند شرپسندوں کے ذریعے وہاں بڑے پیمانے پر فسادات کروائے۔ بعد میں مشرقی پاکستان پر چاروں طرف سے فوجی حملہ کردیا۔ اس طرح پاکستان کو 1971ء میں بھارت سے یہ لڑائی لڑنی پڑی۔ یہ جنگ تین ہفتے تک جاری رہی۔ اس کے بعد مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر "بنگلہ دیش" بن گیا۔

سوالات

1 ------ ہندوؤں اور مسلمانوں کے رہن سہن کے طریقوں میں کیا فرق تھا؟

2 ------ مسلمانوں میں ایک الگ وطن بنانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟

3 ------ کن باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں؟

4 ------ پاکستان کس نظریے کے تحت بنایا گیا؟

5 ----- مسئلہ کشمیر کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

6 ----- مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہ پر کیجیے۔

(ا) پاکستان ------------- میں قائم ہوا۔

(ب) مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ ------------ کے نظریہ کی بنا پر کیا تھا۔

(ج) پاکستان کا تصور علامہ اقبالؒ نے ------------ پیش کیا۔

(د) جنوبی ایشیا کے لوگوں نے جنگِ آزادی -----------میں لڑی۔

عملی کام

1 ----- ایشیا کے نقشے میں جنوبی ایشیا میں وہ مقامات دکھائیں جہاں پاکستان بننے سے پیشتر مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

2 ---- کشمیر کے نقشے میں وہ علاقہ دکھائیں جو آزاد کرالیا گیا ہے۔

دوسرا باب

پاکستان کا محلِّ وقوع

حدود اربعہ

براعظم ایشیا کا نقشہ دیکھیے۔ پاکستان تین طرف سے دوسرے ملکوں سے ملا ہوا ہے۔ شمال مشرق میں چین' شمال مغرب میں افغانستان' مغرب میں ایران' مشرق میں بھارت اور جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 796096 مربع کلو میٹر ہے۔

شمال میں کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم کے پہاڑی سلسلے دور تک چلے گئے ہیں۔ اس علاقے میں دنیا کی سب سے بلند دوسری چوٹی کے ۔ٹو (K-2) واقع ہے۔ یہ کوہ قراقرم کے سلسلے کی چوٹی ہے۔پاکستان کی شمال مشرقی سرحد چین سے ملتی ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک سڑک بنائی گئی ہے جو پاکستان کو چین سے ملاتی ہے۔ اسے شاہراہ قراقرم کہتے ہیں۔

مغربی حصّے میں کوہ ہمالیہ کی مغربی شاخوں کا رخ شمال سے جنوب کی طرف ہو گیا ہے۔ کوہ سفید' کوہ سلیمان اور کھیر تھر کا پہاڑی سلسلہ صوبۂ سرحد سے ہوتا ہوا بلوچستان اور سندھ تک چلا جاتا ہے۔ ملک کے مشرقی حصے میں دریائے سندھ کا میدانی علاقہ ہے جس کو دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں نے بنایا ہے۔

خطوطِ طُول بلد اور عرضِ بَلد کے لحاظ سے محلِّ وقُوع

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ زمین کی شکل گول ہے۔ اس کے اردگرد اگر ایک لکیر مشرق سے مغرب کی طرف کھینچی ہوئی فرض کر لی جائے تو زمین دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اوپر کا آدھا حصہ کرۂ شمالی اور نیچے کا آدھا حصہ کرۂ جنوبی کہلاتا ہے۔ اس لکیر کو خط استوا کہتے ہیں۔ نصف کرۂ زمین میں نوّے درجے ہوتے ہیں اس لیے خطِ استوا کے شمال اور جنوب میں نوے نوے خطوط یا لکیریں کھنچی ہوئی فرض کر لی گئی

سیاسی تقسیم
ایشیا
پیمانہ
200 400 600 800 1000
کلومیٹر
سرحد بین الاقوامی
صدر مقام
مشہور شہر
دائرۂ قطب شمالی
بحیرۂ بیرنگ
بحیرۂ اوکھوٹسک
روس
ماسکو
استنبول
بحیرۂ اسود
انقرہ
ترکی
قبرص
بحیرۂ روم
لبنان
مصر
خط سرطان
قازقستان
جھیل بالکش
جھیل بیکال
منگولیا
بیجنگ
بحیرۂ زرد
بحیرۂ جاپان
ٹوکیو
جاپان
بحرالکاہل
عوامی جمہوریہ چین
تبت
لہاسا
تہران
ایران
شیراز
بندر عباس
عراق
بغداد
کویت
مدینہ
ریاض
جدہ
سعودی عرب
قطر
متحدہ عرب امارات
مسقط
عمان
بحیرۂ عرب
افغانستان
کابل
اسلام آباد
لاہور
پاکستان
کراچی
کشمیر
نیپال
دہلی
بھارت
بمبئی
حیدر آباد دکن
مدراس
آسام
بنگلہ دیش
خلیج بنگال
برما
رنگون
لاؤس
تھائی لینڈ
بنکاک
ہانگ کانگ
تائیوان
فارموسا
بحیرۂ چین جنوبی
سری لنکا
کولمبو
بحر
ہند
ملائیشیا
انڈونیشیا

ہیں۔ یہ لکیریں مشرق سے مغرب کو جاتی ہیں ان کو خطوط عرضِ بلد کہتے ہیں۔ ایسے ہی دوسرے خطوط شمال سے جنوب کی طرف جاتے ہیں ان کو خطوط طولِ بلد کہتے ہیں۔ آپ گلوب یا دنیا کے نقشے کو دیکھیں آپ کو خطوط طولِ بلد اور خطوط عرضِ بلد صاف نظر آئیں گے۔ ان کی مدد سے آپ فوراً بتا سکتے ہیں کہ کون سا مقام کس جگہ واقع ہے۔
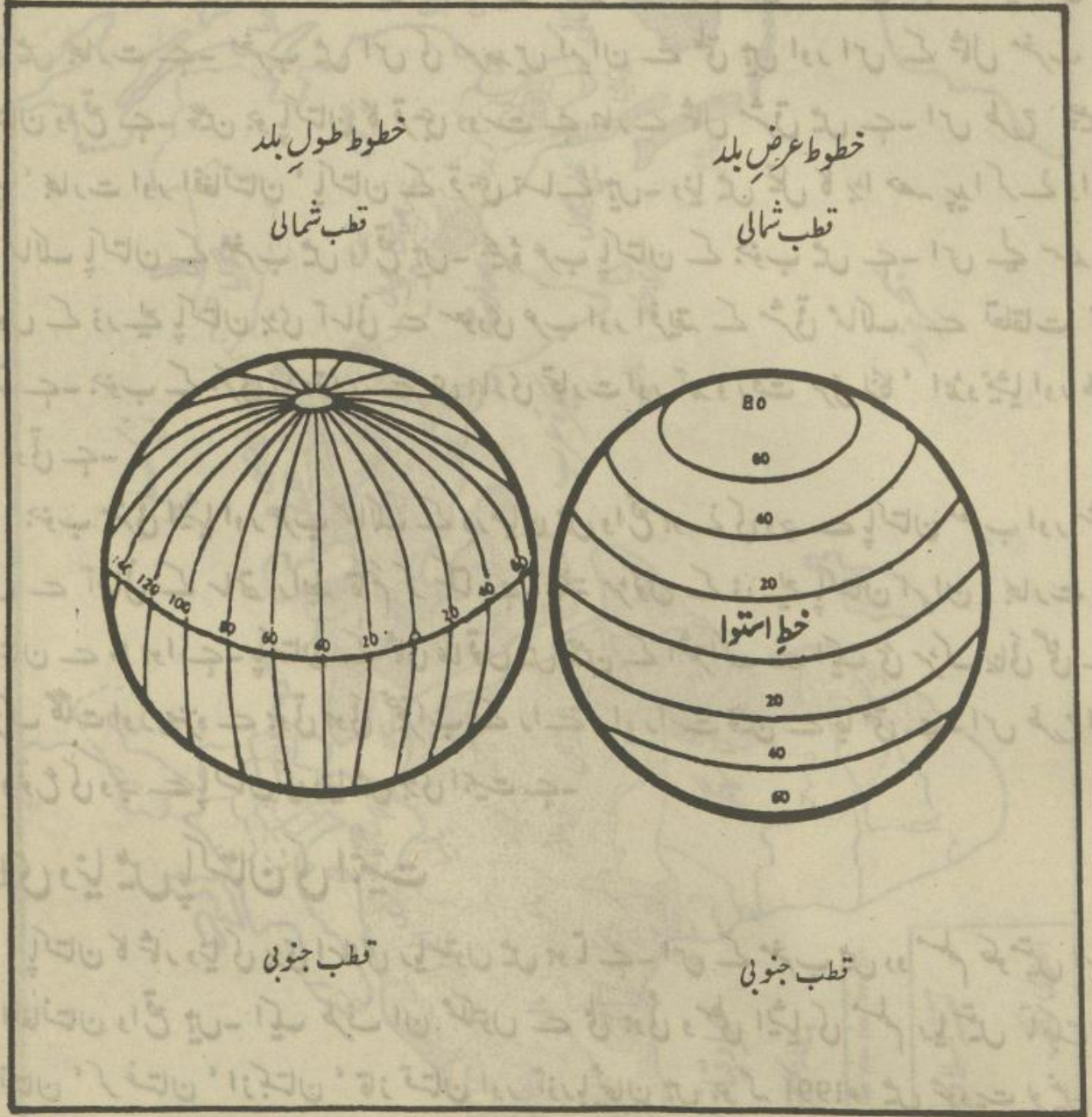
اب پاکستان کے محل وقوع کو دیکھیے۔ پاکستان شمالی نصف کرۂ میں °23.45 اور °36.75 خطوط عرض بلد شمالی اور °61 اور °75.5 خطوط طولِ بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔

پاکستان کے محلِ وقوع کی اہمیّت

محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان شمالی منطقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ خط سرطان اس کے جنوب کے پاس سے گزرتا ہے چونکہ پاکستان منطقہ حارہ کے بالکل نزدیک ہے اس لیے مجموعی طور پر پاکستان کی آب و ہوا' حیوانات اور نباتات منطقہ حارہ سے زیادہ ملتے ہیں۔ ایشیا کے جنوب میں ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے۔ مغرب میں اس کی سرحدیں ایران سے ملتی ہیں اور اس کے شمال مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ چین جو پاکستان کا قریبی دوست ہے ہمارے شمال مشرق میں ہے۔ اس طرح چین ' ایران ' بھارت اور افغانستان ' پاکستان کے قریبی ہمسائے ہیں۔ دنیا میں تیل کا بڑا حصہ پیدا کرنے والے خلیجی ممالک پاکستان کے مغرب میں واقع ہیں۔ بحیرۂ عرب پاکستان کے جنوب میں ہے۔ اس لیے سمندری راستوں کے ذریعے پاکستان بڑی آسانی سے سعودی عرب اور افریقہ کے مشرقی ممالک سے تعلقات قائم کرسکتا ہے۔ جنوب کے بحری راستوں سے ہی ہماری تجارت اور آمد و رفت سری لنکا' انڈونیشیا اور ملائیشیا سے ہوتی ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا اور عرب ممالک کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے پاکستان مغرب اور مشرق دونوں سے آسانی کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ پختہ سڑکوں کے ذریعے پاکستان ایران ' بھارت اور افغانستان سے ملا ہوا ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں چین کے اشتراک سے ایک نئی سڑک بنائی گئی ہے۔ یہ سڑک گلگت اور ہنزہ سے ہوتی ہوئی خنجراب کے راستے براہِ راست چین سے جا ملتی ہے۔ اس طرح اپنے محل وقوع کی وجہ سے پاکستان کی دنیا میں بڑی اہمیت ہے۔

اسلامی دنیا میں پاکستان کی اہمیّت

پاکستان کا شمار دنیا کی بڑی اسلامی ریاستوں میں ہوتا ہے۔ اس کے مغرب میں دو مسلم حکومتیں ایران اور افغانستان واقع ہیں۔ ایک طرف ان مملکتوں سے ملی ہوئی وسطی ایشیا کی مسلم ریاستیں تاجکستان ' ترکمانستان ' کرغستان ' ازبکستان ' قازقستان اور آذربائیجان ہیں جو کہ 1991ء میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد آزاد ہوئی ہیں۔ دوسری طرف ایران سے ملا ہوا عراق ہے اور یہ سلسلہ ترکی تک چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب ممالک ہیں جن میں شام ' اردن ' سعودی عرب اور دوسری عرب ریاستیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ شمالی افریقہ میں مصر' لیبیا' الجیریا' مراکش اور تیونس اہم مسلم مملکتیں ہیں۔ ان کے

علاوہ افریقہ میں بہت سی آزاد مسلم ریاستیں اور بھی ہیں۔ اس طرح وادئ سندھ سے لے کر ترکی تک اور وہاں سے عرب ممالک ہوتے ہوئے افریقہ تک تمام علاقہ اسلامی دنیا کا اہم حصہ ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بنگلہ دیش اور ملائیشیا کے مسلم ممالک ہیں۔ اس لیے پاکستان کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہ مغرب اور مشرق کی مسلم ممالک کے درمیانی علاقے میں واقع ہے اور اس کے تمام مسلم ممالک سے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔

پاکستان قائم ہوتے ہی قائداعظمؒ نے اپنے نمائندے تمام مسلم ممالک میں دوستانہ دورے پر بھیجے اور سب سے برادرانہ تعلقات قائم کیے۔ پاکستان 1947ء میں اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔ اس وقت سے پاکستان برابر بین الاقوامی معاملات میں مسلم ممالک خصوصاً عرب ملکوں کا ساتھ دیتا رہا ہے۔ الجیریا، لیبیا اور فلسطین کی آزادی کی حمایت کی۔ اب الجیریا اور لیبیا آزاد دوست ممالک ہیں۔ اسرائیل عرب لڑائیوں میں پاکستان نے ہمیشہ عربوں کی حمایت کی۔ پاکستان اپنے برادر عرب ممالک کے نوجوانوں کو فوجی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں بھی دیتا ہے۔ فنی امداد بہم پہنچاتا ہے اور ان ممالک کی ترقی کے لیے پاکستانی ماہرین کی خدمات پیش کرتا ہے۔ عرب ممالک بھی پاکستان کے لیے خلوص اور محبت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ایران اور ترکی سے بھی پاکستان کے تعلقات شروع سے ہی برادرانہ ہیں۔ دونوں ملکوں نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔

فروری 1974ء میں دنیا کے تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ پاکستان نے بڑے خلوص اور جوش و خروش سے سب کا خیر مقدم کیا۔ ان تمام باتوں سے پاکستان کو اسلامی دنیا میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

پاکستان کے ہمسائے ممالک

پاکستان کی سرحدیں مشرق میں بھارت سے، شمال مشرق میں چین سے، شمال مغرب میں افغانستان اور مغرب میں ایران سے ملی ہوئی ہیں۔ تاجکستان بھی پاکستان کا قریبی ہمسایہ ملک ہے۔

بھارت

پاکستان کا مشرقی علاقہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھارت سے ملا ہوا ہے۔ درمیان میں کوئی قدرتی سرحد نہیں ہے۔ بھارت کا دارالحکومت نئی دہلی ہے۔ بمبئی، مدراس اور کلکتہ اس کی بڑی بندرگاہیں ہیں۔

بھارت نے شروع سے ہی پاکستان کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔ پاکستان قائم ہوتے ہی پاکستان کا نہری پانی بند کردیا' کشمیر پر زبردستی قبضہ کیا۔ اب تک بھارت تین دفعہ پاکستان پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ پاکستانی حکومت بھارت سے برابری کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتی چلی آرہی ہے۔

چین

پاکستان کا شمالی علاقہ چین سے ملا ہوا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان بڑے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں ان کے درمیان ایک سڑک تیار کی گئی ہے جس کو شاہراہ قراقرم کہتے ہیں۔ چین آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے۔ رقبے اور قدرتی وسائل کے اعتبار سے دنیا کے عظیم ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا دارالحکومت بیجنگ ہے۔ شنگھائی اور کانٹن ملک کی بڑی بندرگاہیں ہیں۔ کچھ عرصے پہلے تک چین ایک زرعی ملک تھا۔ مگر اب صنعتی اعتبار سے دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہے۔ اس ملک نے ہر شعبے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ یہاں کے باشندے بڑے دست کار' جفاکش اور وطن پرست ہیں۔

پاکستان اور چین کے تعلقات ابتدا سے ہی دوستانہ رہے ہیں۔ پاکستان نے چین کے ساتھ سرحدی' ثقافتی' تجارتی اور فضائی معاہدے کیے ہیں۔ چین نے ہمیشہ ایک ہمدرد دوست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ چین نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا ہے اور پاکستان نے بھی ہمیشہ چین کی حمایت کی ہے۔ دونوں ملک ایک دوسرے کی دوستی کی قدر کرتے ہیں۔

ایران

پاکستان کے مغرب میں ایران واقع ہے۔ پاکستان اور ایران کے درمیان زمانۂ قدیم سے مذہبی اور ثقافتی تعلقات بہت خوشگوار رہے ہیں۔ رقبے کے اعتبار سے یہ ملک پاکستان سے بڑا ہے مگر آبادی پاکستان کے مقابلے میں کم ہے۔ جنوبی حصہ ریگستان ہے۔ شمالی حصہ سرسبز ہے۔ تیل کے بڑے بڑے ذخیرے جنوب میں ہیں جو ایران کی خاص دولت ہے۔ صنعتی اعتبار سے ایران بڑی تیزی سے ترقی کررہا ہے۔ اس کا دارالحکومت تہران ہے۔ دوسرے بڑے شہر مشہد' اصفہان اور شیراز ہیں۔ پاکستان سے ایران کے تعلقات برادرانہ ہیں۔ ہر موقع پر ایران نے پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ خصوصاً کشمیر کے معاملے میں ایران نے ہمیشہ

پاکستان کی حمایت کی ہے۔ ایران، پاکستان اور ترکی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ تینوں ملک ایک دوسرے کی ترقی کے لیے تعاون کریں۔ یہ بڑا کامیاب ثابت ہوا اس معاہدے کا نام "علاقائی تعاون برائے ترقی" رکھا گیا تھا۔ جس کو آر۔ سی۔ ڈی۔ بھی کہا جاتا تھا۔ لیکن اب اس معاہدے کا نیا نام "اقتصادی تعاون کی تنظیم" رکھا گیا ہے۔

افغانستان

جنوبی ایشیا پر مسلمانوں کے دورِ حکومت میں افغانستان ایک عرصے تک جنوبی ایشیا کا ایک صوبہ تھا۔ دہلی کا مقرر کیا ہوا صوبہ دار وہاں کا حاکم ہوتا تھا۔ مغلوں کے زوال کے بعد یہ انتظام قائم نہ رہ سکا۔ نادرشاہ کے قتل کے بعد اس کے افغان فوجی سردار احمد شاہ ابدالی نے قندھار میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کابل پر قبضہ کر کے سلطنت افغانستان کی بنیاد ڈالی اور یوں افغانستان جنوبی ایشیا کے صوبے کی بجائے ایک علیحدہ خود مختار ملک بن گیا۔ اس ملک کا زیادہ حصہ پہاڑی اور خشک ہے۔ شمال میں دریائے کابل کی وادی خوبصورت، زرخیز اور پر فضا ہے۔ دوسرے میدانی علاقوں میں پانی کی کمی ہے۔ اس لیے زیادہ تر لوگ گلہ بانی کرتے ہیں مگر دریاؤں کی وادیوں میں لوگ کاشتکاری کرتے ہیں۔ افغانستان اپنے تازہ اور خشک پھلوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ پھل بڑی مقدار میں ملک سے باہر بھیجے جاتے ہیں۔ کابل جو کہ ایک خوبصورت شہر ہے اس ملک کا دارالحکومت ہے۔ ہرات، قندھار، جلال آباد اور غزنی دوسرے اہم شہر ہیں۔ آب و ہوا گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہے۔ شمال کے پہاڑی علاقوں کی آب و ہوا خوشگوار ہے۔ افغانستان کا کوئی علاقہ سمندر سے نہیں ملتا۔ اس لیے وہاں کی غیر ملکی تجارت پاکستان کی بندرگاہ کراچی کے ذریعے ہوتی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے افغانستان کو تجارت کے لیے بڑی مراعات دی ہوئی ہیں۔

تاجکستان

افغانستان کی ایک چھوٹی سی پٹی پاکستان کو تاجکستان سے جدا کرتی ہے۔ اس طرح یہ ملک بھی پاکستان کا تقریباً ہمسایہ ہے۔ یہ 1991ء میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد ایک آزاد اور خود مختار مسلم ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا ہے۔ اس نئی مملکت سے ہمارے پہلے سے ہی اسلامی اور سماجی روابط تھے۔ اب مزید آپس کے سیاسی تعلقات کے بعد ہمارے ثقافتی اور معاشرتی تعلقات قائم ہوں گے۔

دنیا کے معاملات میں پاکستان کا مقام

1947ء میں پاکستان اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔ اس وقت سے پاکستان کے نمائندے ہر سال جنرل اسمبلی میں شریک ہوتے ہیں اور دنیا کے اہم معاملات کے صحیح حل تلاش کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے مختلف اداروں میں پاکستانی نمائندوں کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں امن کے قیام کے لیے پاکستان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ دنیا کی ہر محکوم قوم کی آزادی کی تحریک کی حمایت کی ہے۔ دنیا کے ملکوں سے تعلقات قائم کرنے کے سلسلے میں پاکستان نے بالکل آزاد پالیسی اختیار کی ہے۔ پاکستان کی چین، روس اور امریکہ تینوں سے دوستی ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کے معاملات میں بھی پاکستان خاص دلچسپی لیتا ہے۔ اس طرح پاکستان دنیا کے معاملات میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

سوالات

1 ----- پاکستان کے قریبی ہمسائے ممالک کون کون سے ہیں؟

2 ----- عرضِ بلد اور طولِ بلد سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

3 ----- پاکستان کو اپنے محل وقوع کی وجہ سے کیا اہمیت حاصل ہے؟

4 ----- ذیل میں شہروں اور ملکوں کے نام دو علیٰحدہ گروپ میں دیے ہوئے ہیں۔

شہروں کے نام کے سامنے صحیح ملک کا نام لکھیں۔

(الف) نئی دہلی ۔ تہران ۔ مدراس ۔ مشہد اور بیجنگ۔

(ب) ایران ۔ بھارت ۔ چین۔

عملی کام

1 ----- ایشیا اور شمالی افریقہ کے اسلامی ملکوں کی فہرست تیار کریں۔

تیسرا باب

پاکستان کی سطح

پاکستان کا طبعی نقشہ دیکھیے۔ پاکستان کو چار قدرتی حصوں میں آسانی سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
(1) شمال مغربی پہاڑی علاقہ (2) سطح مرتفع (3) دریائی میدانی علاقے (4) ساحلی میدانی علاقے۔

1- شمال مغربی پہاڑی علاقہ

پاکستان کے شمال مغرب میں قراقرم کا پہاڑی سلسلہ ہمالیہ کی مغربی شاخوں سے جا ملتا ہے۔ ان میں کے۔ ٹو (K - 2) اور نانگا پربت کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں، مری اور نتھیا گلی جو خوبصورت پہاڑی علاقے ہیں، ان پہاڑوں کے جنوب میں واقع ہیں۔ ہنزہ، گلگت، چترال، سوات اور کاغان کی سرسبز و شاداب وادیاں بھی ان پہاڑوں کے جنوب و مغرب میں ہیں۔

شمالی پہاڑوں کا سلسلہ مغرب میں کوہِ ہندوکش سے جا ملتا ہے جو کہ کوہِ سفید سے کوہِ سلیمان ہوتا ہوا کھیر تھر کی پہاڑیوں سے جا ملتا ہے۔

ہندوکش کی ترچ میر کی چوٹی 7700 میٹر اونچی ہے۔ کھیر تھر پہاڑیوں کے سلسلے کراچی کے ساحلی علاقے تک چلے آتے ہیں۔ شمالی حصے میں کئی مشہور درّے یعنی پہاڑوں کے بیچ میں راستے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور درۂ خیبر ہے جو پاکستان کو افغانستان سے ملاتا ہے۔ اس کے علاوہ درۂ کرم، درۂ گومل اور درۂ بولان بھی ہیں۔

2- سطح مرتفع

ایسی اونچی جگہ جو اوپر سے ہموار ہو سطح مرتفع کہلاتی ہے۔ پاکستان میں دو سطح مرتفع ہیں:
(i) سطح مرتفع پوٹھوہار (ii) سطح مرتفع بلوچستان۔

(i) سطح مرتفع پوٹھوہار: یہ سطح دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان واقع ہے۔ اس کی اونچائی 300 میٹر

پاکستان
طبعی حالت (سطح)
پیمانہ
25 50 100 200
کلومیٹر
کلومیٹر
افغانستان
ایران
بھارت
عوامی جمہوریہ چین
بحیرۂ عرب
کوہ ہندوکش
درۂ دروکوٹ
درۂ قراقرم
کوہ قراقرم اعظم
درۂ بابو
دریائے سندھ
کوہ ہمالیہ اعظم
دریائے کابل
کوہ سفید
درۂ خیبر
صوبہ سرحد
پوٹھوہار
سلسلہ نمک
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
صحرائے تھل
درۂ گومل
تخت سلیمان
سلسلۂ کوہ سلیمان
درۂ بولان
کوہ راس
درۂ گنیسرہ
سطح مرتفع
بلوچستان
پنجاب
دو آبہ
دریائے ستلج
دریائے سندھ
چولستان
میدان
شارا
صحرائے تھر
سندھ
سلسلہ ساحلی مکران
ساحل مکران
دریائے سندھ کا دہانہ
رن آف کچھ
سطح سمندر سے بلندی
6096 میٹر
4572
3048
1830
610
305
152
سطح سمندر سے گہرائی
152 میٹر
1524 میٹر

600 میٹر تک ہے۔ یہ خشک علاقہ ہے۔ اس کے جنوب میں نمک کی مشہور پہاڑیاں ہیں۔ کھیوڑہ کی مشہور نمک کی کان اسی سطح مرتفع میں ہے۔

(ii) سطح مرتفع بلوچستان : اس سطح مرتفع کا علاقہ مغرب میں ایران سے اور شمال میں افغانستان سے ملتا ہے۔ اس کی اونچائی 600 میٹر سے 900 میٹر تک ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ زمین پتھریلی ہے۔ کہیں کہیں ایسی نہریں ہیں جو زمین کے نیچے ہیں ان کو کاریز کہتے ہیں۔ ان سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ یہ سارا علاقہ خشک ہے۔ جاڑوں میں کچھ بارش ہو جاتی ہے۔

3- دریائی میدانی علاقے

یہ علاقہ پاکستان کا زرخیز علاقہ ہے۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں نے یہ علاقہ بنایا ہے۔ راوی ، ستلج ، جہلم اور چناب دریائے سندھ کے معاون دریا ہیں۔ اس علاقے کے دو حصّے کیے جا سکتے ہیں۔ ایک بالائی دریائی علاقہ جہاں ستلج ، راوی ، چناب اور جہلم بہتے ہیں۔ یہ سب دریا برفانی چوٹیوں سے نکلتے ہیں جن میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ یہاں دریاؤں پر بند باندھ کر بہت سی نہریں نکالی گئی ہیں۔ دریاؤں کے درمیانی علاقوں کو دو آبہ کہا جاتا ہے۔ میدانی علاقے کا دوسرا حصہ دریائے سندھ کے نچلے حصے کی وادی ہے۔ یہ میدان زرخیز مٹی سے بھرا ہوا ہے ۔ یہاں پنجاب کے سارے دریا، مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ میں آ ملتے ہیں۔ اس کے بعد سے یہ علاقہ شروع ہوتا ہے جو بحیرۂ عرب تک چلا گیا ہے۔ یہاں دنیا کی عظیم ترین نہریں نکالی گئیں ہیں اور یہ آبپاشی کا بہترین نظام ہے۔ ان نہروں کی وجہ سے پنجاب اور سندھ کے علاقے سرسبز ہو گئے ہیں۔

4۔ ساحلی علاقے

یہ ساحلی علاقے کراچی کے قریب سے شروع ہو کر بلوچستان کے ساحلی علاقے تک چلے گئے ہیں۔ اس ساحلی علاقے کی لمبائی تقریباً آٹھ سو کلو میٹر ہے۔ کراچی سندھ کے ڈیلٹائی علاقے کے ٹھیک مغرب میں واقع ہے۔ یہ ایک قدرتی بندرگاہ ہے۔ یہاں کچھ ساحلی علاقہ کٹا پھٹا ہے دوسرے سارے علاقے میں کوئی کھاڑی یا خلیج نہیں ہے اس لیے کوئی دوسری اچھی بندرگاہ نہیں ہے۔ اتنے لمبے علاقے میں صرف معمولی قسم کی چند بندرگاہیں ہیں۔ جن کے نام سونمیانی، جیوانی، اورمارا، پسنی اور گوادر ہیں۔ کراچی کے قریب پورٹ قاسم کے نام سے ایک بڑی بندرگاہ بنائی گئی ہے۔

سوالات

1 ------ سطح کے لحاظ سے پاکستان کے کتنے حصّے ہیں؟

2 ------ دریائی میدانی علاقے کی کیا اہمیت ہے؟

3 ------ سطح مرتفع سے کیا مراد ہے؟

عملی کام

1 ------ پاکستان کے نقشے میں پاکستان کے خاص خاص پہاڑ دکھائیں۔

2 ------ پاکستان کے نقشے میں پاکستان کے خاص خاص دریا دکھائیں۔

پاکستان

درجہ حرارت ماہ جنوری (موسم سرما)

افغانستان
کشمیر اور
جموں
اسلام آباد
پشاور
راولپنڈی
لاہور
ملتان
کوئٹہ
بہاولپور
قلات
خیرپور
ایران
بھارت
حیدرآباد
کراچی
بحیرۂ عرب

7° س. گ سے کم
7° س. گ سے 10° س. گ تک
10° س. گ سے 12° س. گ تک
12° س. گ سے 13° س. گ تک
13° س. گ سے 15° س. گ تک
15° س. گ سے 18° س. گ تک
18° س. گ سے 20° س. گ تک

پاکستان

درجہ حرارت ماہ جولائی (موسم گرما)

کشمیر اور
جموں
اسلام آباد
راولپنڈی
پشاور
افغانستان
لاہور
ملتان
کوئٹہ
بہاولپور
سخت گرم علاقہ
قلات
خیرپور
ایران
بھارت
حیدرآباد
کراچی
بحیرۂ عرب

30° س. گ سے کم
30° س. گ سے 32° س. گ تک
32° س. گ سے 35° س. گ تک
35° س. گ سے زیادہ

چوتھا باب
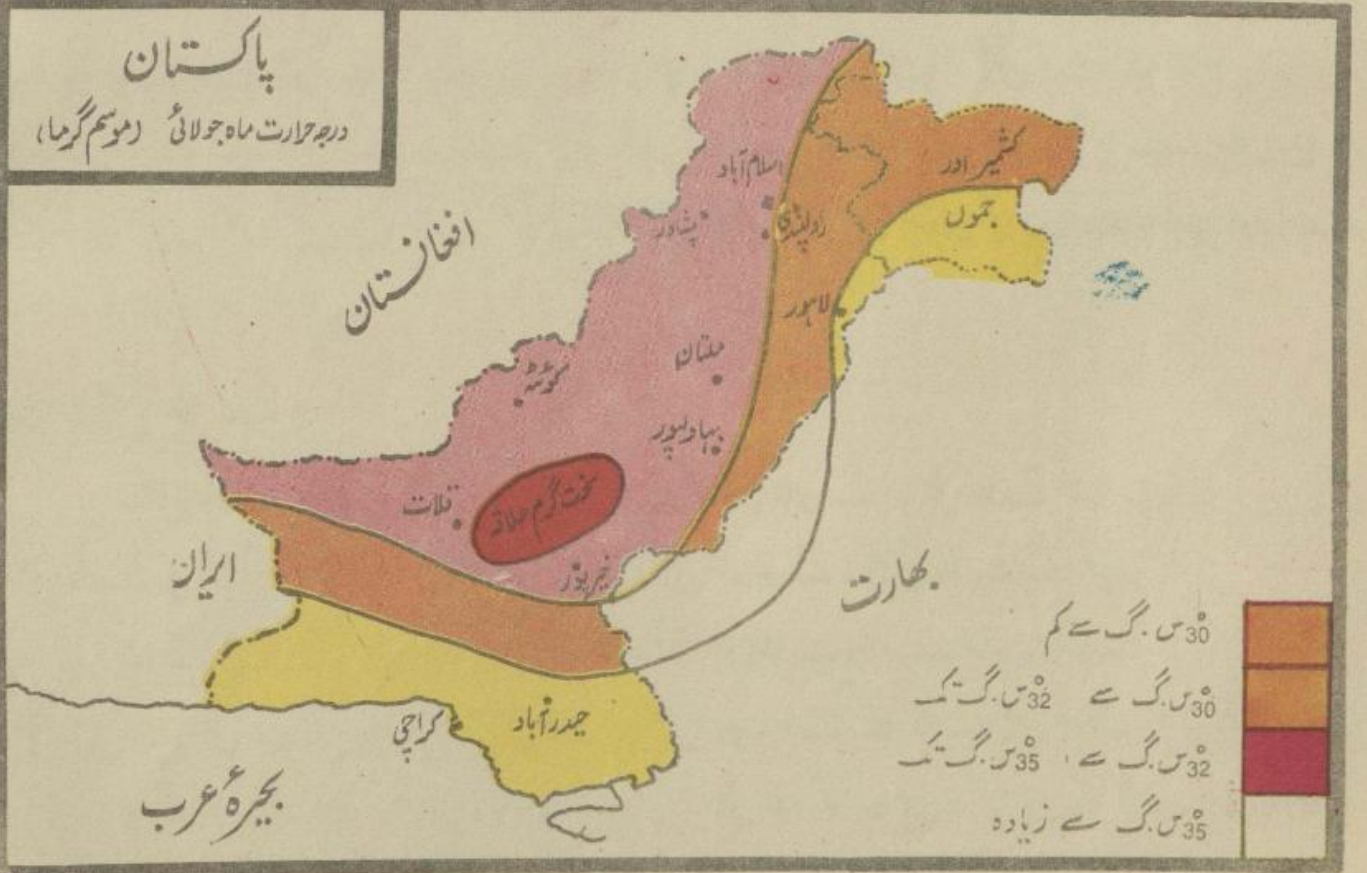
آب و ہوا

ہم گفتگو میں اکثر موسم اور آب و ہوا کا ذکر کرتے ہیں۔ موسم اور آب و ہوا میں تھوڑا سا فرق ہے' جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آج موسم بہت خوشگوار ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس خاص روز ہوا کی کیفیّت ' درجۂ حرارت وغیرہ نہایت اچھا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی مقام پر تھوڑے عرصے کے لیے ہوا کی کیفیت کیا رہی' درجۂ حرارت کیا رہا' بارش کا کیا حال تھا تو اس حالت کو موسم کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی مقام کی چند دنوں کی گرمی' سردی' بارش اور ہوا کے دباؤ اور کمی بیشی کو موسم کہا جاتا ہے۔ موسم عام طور پر جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔

برخلاف اس کے آب و ہوا ایک مستقل چیز ہے۔ سال بھر کی سردی 'گرمی' بارش اور ہوا کے دباؤ کے حال کو آب و ہوا کہا جاتا ہے۔ آب و ہوا عام طور پر ہر سال ایک سی رہتی ہے۔ مثلاً سکھر' لاہور اور پشاور میں گرمیوں کے زمانے میں سخت گرمی اور سردیوں کے زمانے میں سخت سردی اور برسات کے زمانے میں کچھ بارش ہوتی ہے۔ یہ صورت ہر سال ہوا کرتی ہے۔ اس کو وہاں کی آب و ہوا کہا جائے گا۔

آب و ہوا کا انحصار

مختلف ملکوں یا ایک بڑے ملک کے مختلف حصوں کی آب و ہوا میں فرق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آب و ہوا پر کئی چیزوں کا اثر ہوتا ہے جو علاقے خطِ استوا کے قریب ہوتے ہیں وہاں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جو علاقے سطح سمندر سے کافی اونچے ہوتے ہیں وہاں گرمی کم ہوتی ہے۔ جتنی اونچائی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی ٹھنڈک بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ساحل کے قریبی علاقوں کی آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ ان علاقوں کی آب و ہوا میں وہ شدت نہیں ہوتی جو ملک کے اندرونی علاقوں میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مقام سرد علاقے سے آنے والی ہوا کی زد میں ہوتا ہے تو وہاں سردی بہت پڑتی ہے۔ ایسے ہی اثرات آب و ہوا میں فرق پیدا کرتے ہیں۔

پاکستان کی آب و ہوا۔ گرمی اور سردی

پاکستان کے مختلف علاقوں کی آب و ہوا میں فرق ہے۔ چوں کہ پاکستان ' جنوب میں ساحلی علاقے سے لے کر شمال میں پہاڑی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے ' اس لیے قدرتی اثرات کی وجہ سے مختلف علاقوں میں آب و ہوا مختلف ہے۔ ساحلی علاقہ جیوانی کی بندرگاہ سے لے کر پاکستان کی آخری سرحد کچھ تک پھیلا ہوا ہے۔ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی۔ دن کو زمین گرم ہو جاتی ہے تو سمندر کی ہوا اس گرمی کو کم کر دیتی ہے۔ رات کو زمین جلدی ٹھنڈی ہو جاتی تو خشکی سے چلنے والی ہوا اس علاقے کی آب و ہوا کو معتدل کر دیتی ہے۔ جیسے کراچی کا علاقہ ہے۔ شمالی اور شمال مغربی علاقوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ جاڑے میں برف پڑتی ہے۔ کئی مقامات پر تو برف کی وجہ سے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں وادیاں ہیں ' وہاں گرمیوں میں کافی گرمی پڑتی ہے۔ پہاڑی علاقوں کے پر فضا مقامات مری ' نتھیاگلی ' ایبٹ آباد ' کاغان اور سوات وغیرہ میں گرمیوں میں بھی زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ موسم نہایت خوشگوار رہتا ہے۔ بلوچستان کے علاقے میں گرمیوں میں شدید گرمی اور سردی میں شدید سردی پڑتی ہے۔ لیکن جہاں کہیں اونچے پہاڑ ہیں وہاں ٹھنڈک رہتی ہے۔ کوئٹہ اور زیارت کے علاقے خصوصی طور پر پر فضا اور ٹھنڈے رہتے ہیں۔ پاکستان کا باقی علاقہ جس میں شمال مشرقی میدانی علاقے بھی شامل ہیں شدید آب و ہوا کا خطہ ہے۔ گرمیوں کے زمانے میں سخت گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں شدید سردی ہوتی ہے۔ سندھ میں جیکب آباد کا ضلع گرمیوں میں گرم ترین علاقہ ہوتا ہے۔ عام طور پورے پاکستان میں یہ علاقہ گرم ترین علاقہ ہے۔ گرمی کے موسم میں اس کا انتہائی درجۂ حرارت 52 ڈگری سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ سردیوں میں یہاں سخت سردی پڑتی ہے۔ سردیوں میں کم سے کم درجۂ حرارت پانچ چھ سینٹی گریڈ تک ہو جاتا ہے۔

مُون سُون ہَوائیں

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب پانی کسی برتن میں گرم کیا جاتا ہے تو اس میں سے بھاپ اٹھنے لگتی ہے۔ اسی طرح سمندر کی سطح پر جب سخت دھوپ پڑتی ہے تو پانی بھاپ بن کر اڑنے لگتا ہے۔ یہ بھاپ یا بخارات ہوا میں اوپر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ نمی سے بھری ہوئی ہوا مون سون یا موسمی ہوا کہلاتی ہے۔ گرمیوں میں بارش مون سون ہواؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب یہ ہوائیں اوپر جاتی ہے وہاں ٹھنڈک ہونے کی

آب و ہوا کے علاقوں میں آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ان علاقوں کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔

پاکستان

بارش اور ہوائیں ۔ موسم سرما

کشمیر اور جموں

پشاور

راولپنڈی

لاہور

افغانستان

ڈیرہ اسمٰعیل خاں

ملتان

کوئٹہ

قلات

بہاولپور

خیرپور

حیدرآباد

کراچی

بحیرۂ عرب

ایران

بھارت

خلیج فارس سے آنے والی گردباد

بارش:

50 سم تا 75 سم

25 سم تا 50 سم

13 سم تا 25 سم

13 سم سے کم

پاکستان

بارش اور ہوائیں ۔ موسم گرما

کشمیر اور جموں

سری نگر

پشاور

راولپنڈی

لاہور

افغانستان

ڈیرہ اسمٰعیل خاں

کوئٹہ

ملتان

بہاولپور

قلات

کم دباؤ

خیرپور

ایران

حیدرآباد

کراچی

بحیرۂ عرب

بھارت

بارش،

100 سم تا 150 سم

75 سم تا 100 سم

50 سم تا 75 سم

25 سم تا 50 سم

13 سم تا 25 سم

13 سم سے کم

وجہ سے ننھی ننھی بوندوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ ہوائیں موسمِ گرما کی مون سون ہوائیں کہلاتی ہیں۔ اکثر یہ ہوائیں دُور تک چلی جاتی ہیں اور پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس آتی ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے۔ یہ ہوائیں سمندر سے کوہِ ہمالیہ تک چلی جاتی ہیں۔ وہاں سے پاکستان واپس آتے آتے ان میں نمی کم ہو جاتی ہے۔ پاکستان کے شمال مغربی علاقے جو پہاڑوں کے دامن میں ہیں وہ مون سون ہوا کے راستے میں ہیں اس لیے وہاں اچھی بارش ہوتی ہے۔ جو علاقے شمال میں ہیں وہاں بارش بھی ہوتی ہے۔ مگر جیسے جیسے یہ ہوائیں مغربی علاقے کی طرف بڑھتی ہیں تو یہ خشک ہو جاتی ہیں اور بارش نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ، بلوچستان اور صوبۂ سرحد کے مغربی علاقے میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ سردیوں میں پاکستان خشک علاقوں سے آنے والی مون سون ہواؤں کی زد میں رہتا ہے۔ ان ہواؤں کو موسمِ سرما کی مون سون ہوائیں کہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کافی بارش نہیں ہوتی۔ البتہ گردباد یا بگولے کی وجہ سے دسمبر، جنوری میں کچھ بارش ہو جاتی ہے۔

آب و ہوا کا لوگوں پر اثر

کسی ملک کی طبعی حالت اور آب و ہوا کا وہاں کے لوگوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر موسم شدید نہ ہوں تو وہ خوب محنت سے کام کرتے ہیں اور ملک کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان کے شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقوں میں آب و ہوا شدید ہے۔ یعنی سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور گرمیوں میں سخت گرمی۔ یہاں پیداوار بھی کم ہوتی ہے اس لیے یہاں کے لوگ جفاکش اور محنتی ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی روزی کمانے اور خوراک پیدا کرنے میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے مگر یہاں کی آب و ہوا تندرستی کے لیے اچھی ہے اس لیے لوگ تندرست اور صحت مند ہوتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں جہاں زمین زرخیز ہے اور پیداوار کثرت سے ہوتی ہے وہاں لوگوں کو روزی کمانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی اس لیے وہ سخت اور دشوار زندگی کے عادی نہیں ہوتے۔ ساحلی علاقوں میں جہاں آب و ہوا معتدل ہے وہاں لوگ فیکٹریوں، کارخانوں اور دفتروں میں زیادہ دیر تک بغیر کسی تکلیف کے کام کر سکتے ہیں مگر وہ ایسے مضبوط اور جفاکش نہیں ہوتے جیسے پہاڑی علاقوں کے لوگ ہیں۔

آب و ہوا موافق ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں فیکٹریوں اور کارخانے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور روزگار کی سہولتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لیے شمالی علاقوں سے اکثر لوگ رہائش چھوڑ کر معتدل آب و ہوا کے علاقوں میں آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ان علاقوں کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔

اس کے علاوہ آب و ہوا کا لوگوں کے لباس اور رہن سہن کے طریقوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ سرد علاقوں میں اونی کپڑے پہنے جاتے ہیں جب کہ گرم علاقوں میں سوتی کپڑے۔ ڈھیلا لباس پہنا جاتا ہے۔ گرم علاقوں میں مکانات ہوادار ہوتے ہیں ان میں صحن ہوتے ہیں۔ مگر سرد علاقوں کے مکانات میں سردی اور برف سے بچنے کے لیے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ کھانے اور پینے کی چیزوں میں بھی آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف مقامات میں فرق آجاتا ہے۔ سرد علاقوں میں گرم قہوہ ۔ گرم علاقوں میں لسّی ' فالودہ و شربت اور معتدل علاقوں میں چائے پینے کا رواج ہے۔ اس طرح آب و ہوا کا اثر لوگوں کی تندرستی' طریقِ کار' لباس اور رہن سہن کے طریقوں پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔

گردباد

مون سون یا موسمی ہوا گرمیوں کے موسم میں چلتی ہے اور بارش کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بارش کی ایک اور وجہ بھی ہوتی ہے جس کو گردباد کہتے ہیں۔ گردباد ہوا کے تیز چکر یا بھنور کو کہتے ہیں۔ اس میں ہوا نہایت تیزی سے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی طرف چکر کاٹنے لگتی ہے یعنی گھڑی کی سوئیوں کے برعکس تیزی سے گھومنے لگتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا کا دباؤ گردباد کے چکر کے باہر کے حصّے میں زیادہ ہوتا ہے اور اندر کے حصّے میں دباؤ کم ہوتا ہے۔ ہوا اسی طرح چکر کھاتی ہوئی بیچ میں مرکز کی طرف جاتی ہے اور وہاں سے اوپر کی طرف چلی جاتی ہے۔اوپر جانے کے بعد یہی ہوا بارش کا باعث بنتی ہے۔
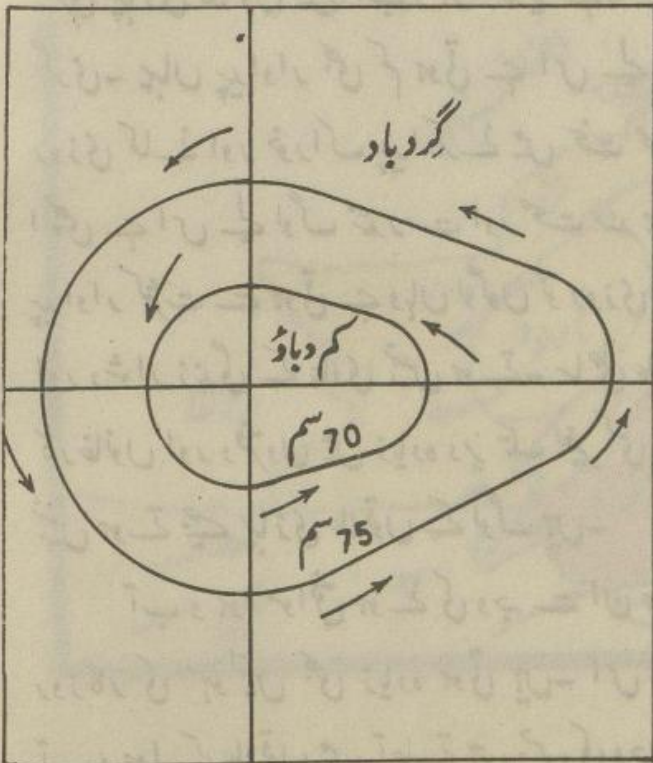
یہ گردباد ایک جگہ سے اٹھ کر دور دور چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں جو گردباد آتے ہیں وہ خلیج فارس اور بحیرۂ روم سے اٹھتے ہیں۔ وہاں سے وہ پاکستان کی طرف آتے ہیں اور بارش کا سبب بنتے ہیں۔ دسمبر اور جنوری میں گردباد کی وجہ سے کہیں کہیں بارش ہوتی ہے۔ بلوچستان اور مغربی پہاڑوں اور میدانی علاقوں میں' سردیوں میں بارش اسی گردباد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گرد و غبار کے طوفان

جب گرمی کا موسم شروع ہوتا ہے تو ہوا کا دباؤ تبدیل ہونے لگتا ہے۔ گرمی کی وجہ سے بعض جگہ ہوا کا دباؤ بہت کم ہو جاتا ہے۔ ہوا نیچے سے اوپر اٹھنے لگتی ہے اور نہایت تیز چلنے لگتی ہے۔ اس کی رفتار 64 کلو میٹر فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہوا اپنے ساتھ گرد و غبار اور نمی لے کر اوپر اٹھتی ہے۔ بعض مرتبہ گرد و غبار اتنا زبردست ہوتا ہے کہ اندھیرا چھا جاتا ہے اور آندھی آجاتی ہے۔

گرد و غبار اور مٹی، ہوا کے ساتھ ساتھ اڑتی ہے۔ اس تیز اور تند ہوا کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اولے بھی گرنے لگتے ہیں اور بارش بھی ہو جاتی ہے اور درجۂ حرارت کافی کم ہو جاتا ہے۔ سندھ اور پنجاب کے علاقوں میں اکثر اس قسم کی آندھی اور مٹی کے طوفان آتے رہتے ہیں۔ مگر جہاں ریت کے میدان ہیں جیسے سندھ میں تھر کا علاقہ ہے وہاں تیز ہواؤں کے ساتھ ریت کے تودے ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔

ذرائع آبپاشی

آبپاشی سے مراد مصنوعی طریقے سے فصلوں کو پانی دینا ہے۔ آبپاشی کو پاکستان میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ پانی کے صحیح استعمال پر بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ پاکستان میں آبپاشی کے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں:

1- نہریں۔ 2- کنوئیں اور ٹیوب ویل۔ 3- چھوٹے بند اور تالاب۔ 4- کاریز۔

1- نہریں

پاکستان کو پانچ بڑے دریا، سندھ، جہلم، چناب، راوی اور ستلج سیراب کرتے ہیں۔ ان میں سے آبپاشی کے لیے نہریں نکالی گئی ہیں۔ پاکستان کے یہ دریا دو وجوہات کی بنا پر نہریں نکالنے کے لیے بہت موزوں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دریا برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور سارا سال بہتے رہتے ہیں۔ دوسرے زمین کی ڈھلان ایک ہی طرف ہونے کی وجہ سے تمام دریا شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف بہتے ہیں۔ نیز دریا ست رفتار ہیں، اس لیے نہروں میں پانی بھی آہستہ آہستہ بہتا ہے جس سے کھیتوں کو پانی دینے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہروں کا پانی صوبۂ پنجاب اور صوبۂ سندھ کے اکثر حصوں میں پہنچ جاتا ہے جس سے زرعی پیداوار بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ بڑی نہریں سینکڑوں مربع کلو میٹر علاقے کو سیراب

پاکستان کے ذرائع آبپاشی
پیمانہ کلومیٹر
0 50 100 150 200 250 300 350
علامات
سرحد بین الاقوامی
دریا
نہریں
ہیڈورکس یا بیراج
ڈیم مکمل
ڈیم زیر تعمیر
دریائے کابل
پشاور
اسلام آباد
راولپنڈی
منگلا
دریائے سواں
دریائے ژوب
کوئٹہ
ناری بولان
تونسہ
گدو
سکھر بیراج
نہر دادو
نہر کھیرتھر
حب
کوٹری
حیدرآباد
بی آر بی نہر
فیروزپور
سلیمانکی
دریائے راوی
نہر بہاول
دریائے حب
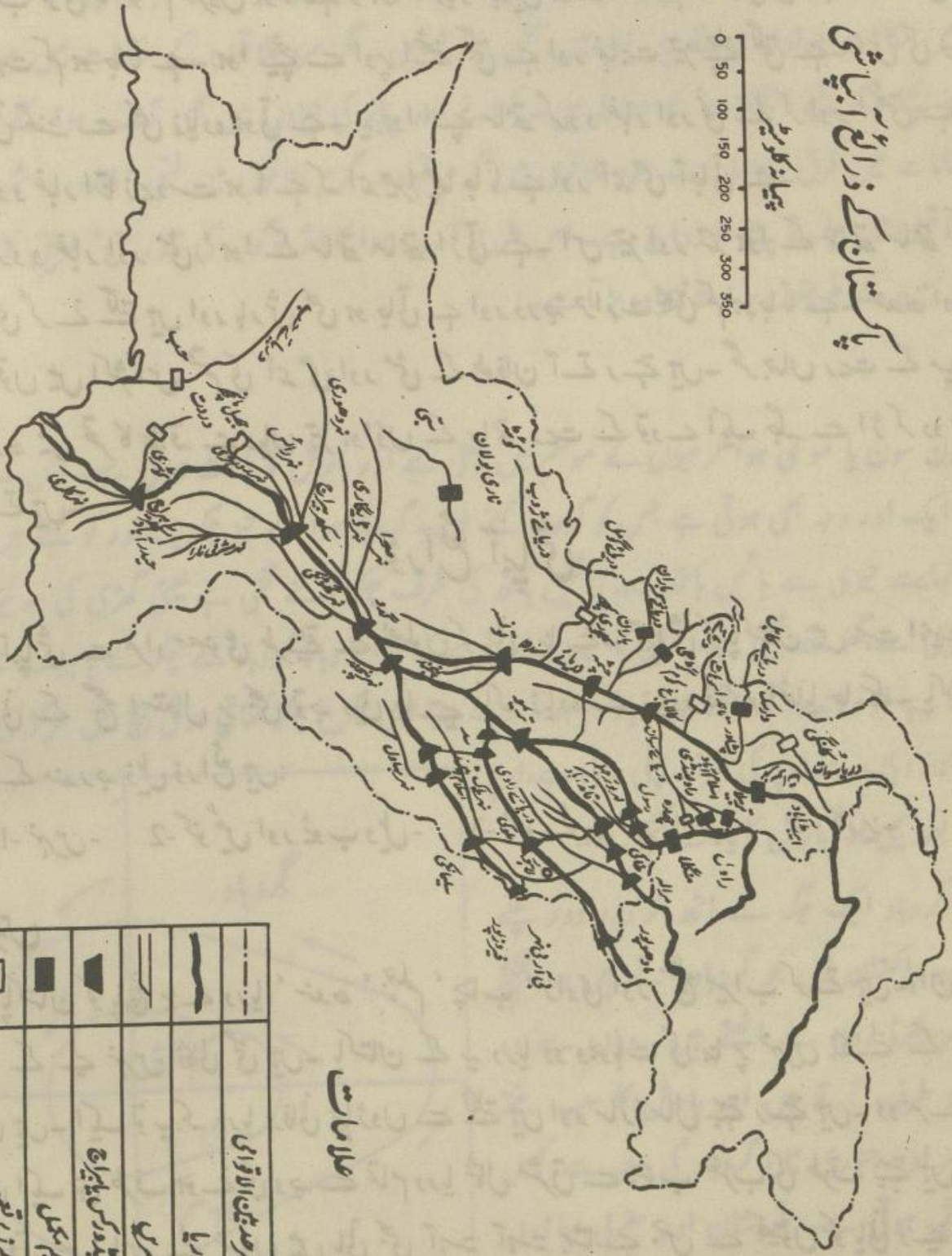
کر سکتی ہیں۔

پانی کے بہاؤ اور استعمال کے لحاظ سے پاکستان میں چار قسم کی نہریں ہیں۔

(ا) سیلابی نہریں (ب) دوامی نہریں (ج) غیر دوامی نہریں (د) رابطہ نہریں۔

ا۔ سیلابی نہریں:

ان نہروں میں صرف سیلاب کے دنوں میں پانی آتا ہے۔ بارش کے بعد جب دریاؤں کا پانی چڑھ جاتا ہے تو یہ نہریں خود بخود چلنے لگتی ہیں۔ ایسی نہریں زیادہ تر راجن پور' ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے ضلعوں میں ہیں۔

ب ۔ دوامی نہریں:

یہ نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی گئی ہیں اور سارا سال چلتی رہتی ہیں۔ بند کے ذریعے دریا کے پانی کو روک لیا جاتا ہے جس سے پانی کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ بند میں ایسے دروازے بھی بنا دیے جاتے ہیں کہ اگر پانی کو روکنا ہو تو انھیں بند کر دیا جاتا ہے اور جتنی ضرورت ہو اس کے مطابق پانی نہر میں چھوڑا جا سکتا ہے۔ ان بندوں کو بیراج کہتے ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور بیراج مندرجہ ذیل ہیں:

جناح بیراج :دریائے سندھ پر کالا باغ کے قریب ایک بند باندھا گیا ہے' جسے جناح بیراج کہتے ہیں۔ اس سے نہریں نکالی گئی ہیں جو تھل کے شمال مغربی حصے کو سیراب کرتی ہیں۔ ان نہروں کی بدولت تھل کا کافی علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا ہے۔

تونسہ بیراج : دریائے سندھ پر تونسہ کے مقام پر بند باندھا گیا ہے جسے تونسہ بیراج کہتے ہیں۔ یہاں سے جو نہریں نکالی گئی ہیں وہ راجن پور'ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے ضلعوں کو سیراب کرتی ہیں۔

گدو بیراج : صوبۂ سندھ کے بالائی حصے میں دریائے سندھ پر گدو کے مقام پر یہ بیراج بنایا گیا ہے۔ اس بیراج کی نہریں سندھ کے سکھر' روہڑی اور جیکب آباد کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔ صوبۂ بلوچستان کا کچھ علاقہ اس بیراج کی وجہ سے قابلِ کاشت بنایا گیا ہے۔

سکھر بیراج : سکھر اور روہڑی کے درمیان دریائے سندھ پر ایک بند بنایا گیا ہے جسے سکھر بیراج کہتے ہیں۔ یہ بہت پرانا بیراج ہے جو دنیا کے بڑے بڑے بیراجوں میں سے ایک ہے۔ یہ بیراج تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر لمبا ہے اس میں سے سات نہریں نکالی گئی ہیں' ان نہروں میں تین دریا کے دائیں طرف سے اور چار دریا کے بائیں
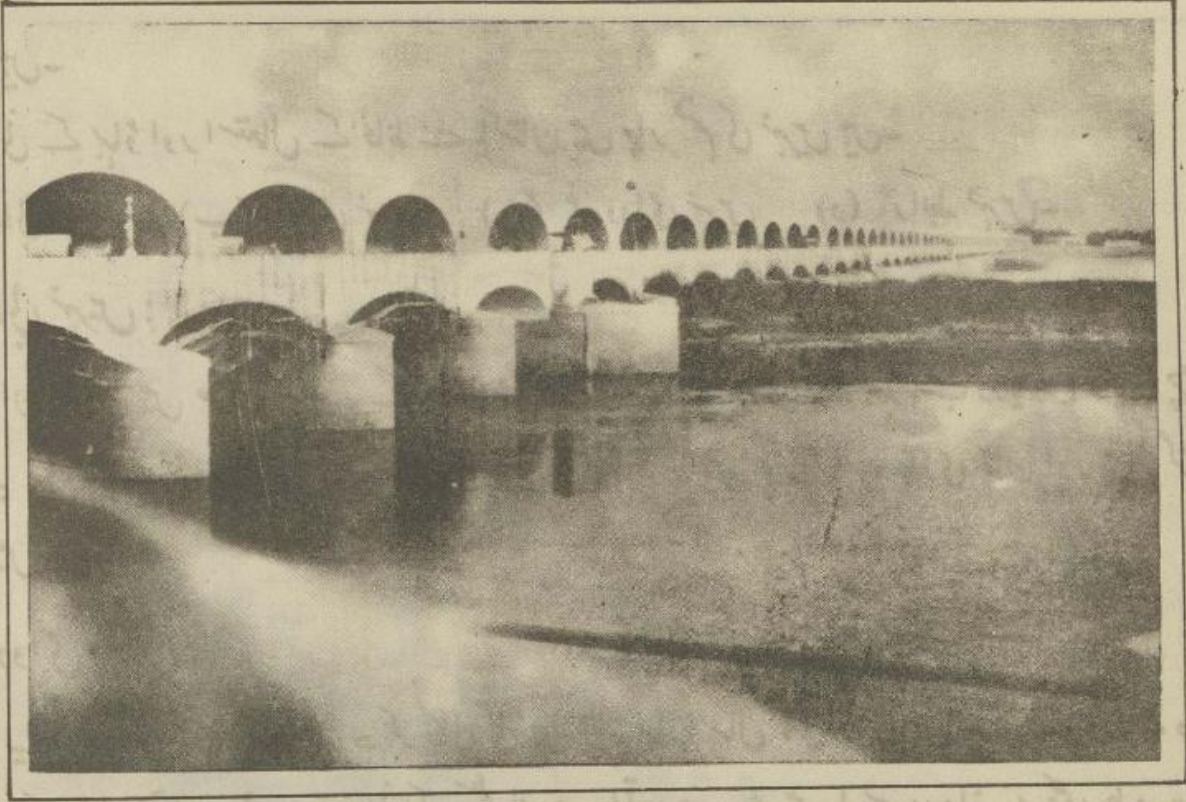
سکھر بیراج

طرف سے نکالی گئی ہیں۔

وہ نہریں جو دائیں جانب سے نکالی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(1) شمال مغربی نہر
(2) رائس کینال
(3) جنوب مغربی نہر

جو نہریں بائیں جانب سے نکالی گئی ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) مشرقی نارا کینال
(2) روہڑی کینال
(3) مشرقی خیرپور کینال
(4) مغربی خیرپور کینال

یہ ساتوں نہریں مل کر تقریباً پچھتر لاکھ ایکڑ زمین سیراب کرتی ہیں۔ روہڑی کینال اس بیراج کی سب سے بڑی نہر ہے جو تقریباً بیس لاکھ پچاس ہزار ایکڑ رقبے کو سیراب کرتی ہے۔ پرانے زمانے میں صوبۂ سندھ

کی زمین کو یہی کینال سیراب کرتا تھا۔

کوٹڑی بیراج: یہ بیراج حیدر آباد کے نزدیک دریائے سندھ پر بنایا گیا ہے۔ شروع میں اس کا نام غلام محمد بیراج تھا' اب اس کا نام کوٹڑی بیراج ہے۔ اس بیراج سے جامشورو کی جانب ایک نہر نکالی گئی ہے جس کا نام کلری بگھاڑ فیڈر ہے۔ اس نہر کو کلری جھیل جس کا موجودہ نام کینجھر جھیل ہے اس میں شامل کر کے ایک مصنوعی جھیل بنائی گئی ہے۔ اس جھیل سے پانی بہتا ہوا پھر نہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ نہر کراچی کو پانی مہیا کرتی ہے ۔ حیدر آباد کی جانب سے اس بیراج سے تین نہریں نکالی گئی ہیں جن کے نام پھلیلی نہر' لائنڈ چینل اور پنیاری نہریں۔ یہ نہریں ضلع حیدر آباد' بدین اور ٹھٹہ کے وسیع رقبے کو سیراب کرتی ہیں۔

ج ۔ غیر دوامی نہریں:

یہ ایسی نہریں ہیں جو برسات کے موسم میں تو خوب چلتی ہیں کیونکہ ان دنوں دریاؤں میں پانی کافی ہوتا ہے۔ مگر انھیں صرف اتنا عرصہ ہی استعمال کیا جا سکتا ہے' جتنے دن دریاؤں میں پانی کافی مقدار میں ہو۔ جیسے ہی دریاؤں کا پانی کم ہوا یہ نہریں بھی خشک ہو جاتی ہیں۔ ان نہروں کے دہانوں پر ہیڈ ورکس بنائے جاتے ہیں۔

د۔ رابطہ نہریں:

یہ نہریں مدد گار نہریں بھی کہلاتی ہیں مثلاً کسی نہر میں پانی کم ہو جائے تو رابطہ نہریں دوسرے دریاؤں سے پانی حاصل کر کے اس نہر میں پانی کی کمی کو پورا کرتی ہیں۔ اس طرح آبپاشی کے لیے پانی میں کمی نہیں آتی۔ صوبۂ پنجاب میں دو دریا ستلج اور راوی ایسے ہیں جو بھارت کے میدانی علاقے سے آتے ہیں جہاں ان سے نہریں نکالی گئی ہیں اس لیے ان دریاؤں میں پانی کم رہ جاتا ہے۔ پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رابطہ نہریں بنائی گئی ہیں جو دریائے سندھ' جہلم اور چناب سے نکلتی ہیں اور دریائے راوی اور ستلج سے نکلنے والی نہروں میں پانی پہنچاتی ہیں۔

2۔ کنوئیں

بارش کا پانی جو زمین میں جذب ہو جاتا ہے' وہ زمین کی سطح سے نیچے چٹانوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح زمین کی تہہ میں پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بن جاتا ہے۔ اس پانی کو استعمال میں لانے کے لیے

زمین کی کھدائی کر کے کنوئیں بنائے جاتے ہیں۔ صوبۂ پنجاب میں کنوئیں بہت تعداد میں کھودے گئے ہیں۔ خاص کر تحصیل شکر گڑھ (ضلع سیالکوٹ)، گجرات، لاہور اور ڈیرہ غازی خان کے ضلعوں میں کافی آبپاشی کنوؤں کے ذریعے ہوتی ہے۔ پشاور کی وادی میں بھی کنوؤں کی مدد سے آبپاشی کی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے زمین کے اندر پانی نزدیک ہے، اس لیے کنوئیں کھودے جا سکتے ہیں۔ ان کنوؤں کو رہٹ کہتے ہیں۔

ٹیوب ویل: آج کل جن دیہات میں بجلی پہنچ چکی ہے، وہاں رہٹ کی بجائے بجلی کے پمپ سے پانی نکالا جاتا ہے اور جہاں بجلی نہیں پہنچی، وہاں ڈیزل انجن سے گہرائی سے پانی نکالا جاتا ہے۔ ایسے کنوؤں کو ٹیوب ویل کہتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پانی رہٹ کے مقابلے میں زیادہ نکلتا ہے، دوسرے پانی گہرائی سے بھی اوپر کھینچا جا سکتا ہے۔ اس طرح کم محنت سے زیادہ پانی مل جاتا ہے۔

3۔ تالاب اور چھوٹے بند

بعض جگہوں پر پانی کو جمع کرنے کے لیے بڑے بڑے کچے یا پکے تالاب بنائے جاتے ہیں جن میں بارش کا پانی جمع کر کے ضرورت کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی طرح پہاڑی علاقوں میں نالوں پر چھوٹے بند باندھ کر بہتا ہوا پانی روک لیا جاتا ہے جس سے پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ ان بندوں سے مناسب وقت پر چھوٹی چھوٹی نہروں اور کھالوں کی مدد سے پانی کھیتوں میں پہنچادیا جاتا ہے۔ یہ بند کم بلند پہاڑی علاقے میں بنائے جاتے ہیں۔ اسلام آباد شہر سے کچھ فاصلے پر راول ڈیم اسی طرح بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صوبۂ پنجاب میں ضلع چکوال، اٹک، راجن پور اور ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایسے کئی بند بنا کر پانی کی کمی کو پورا کیا گیا ہے۔اس قسم کے بہت سے بند صوبۂ سرحد اور صوبۂ بلوچستان میں بھی ہیں۔

4- کاریز

کاریز پاکستان میں آبپاشی کا ایک طریقہ ہے۔ خشک پہاڑی علاقوں میں جہاں سخت گرمی ہوتی ہے پانی بہت جلد بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ ایسے علاقوں میں ویسے ہی پانی کی بڑی کمی ہوتی ہے۔ بھاپ بن کر اڑ جانے سے بہت سا پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بلوچستان میں بارشوں کا اکٹھا کیا ہوا تالابوں کا پانی یا چشموں کا پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے زمین دوز نالیاں بنائی جاتی ہیں یا نالیاں بنا کر اوپر سے بند کر دی جاتی ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے کنوئیں کھود دیے جاتے ہیں۔ تالابوں یا

چشموں کا پانی نالیوں کے ذریعے کنوؤں کو بھرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ اس طرح پانی کا بہاؤ قائم رہتا ہے۔
بلوچستان کے خشک علاقوں میں کاشتکاری کا دارومدار کاریزوں پر ہی ہے۔

غرض یہ کہ ملک کے ہر حصے میں کاشت کے لیے پانی بہم پہنچانے کے لیے انتظامات کیے گئے ہیں مگر صرف وہی علاقے سرسبز ہیں جہاں نہریں ہیں اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ پاکستان میں آبپاشی کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ نہریں ہیں۔

سوالات

1 ----- آب و ہوا سے کیا مراد ہے؟
2 ----- آب و ہوا کا لوگوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟
3 ----- آبپاشی سے کیا مراد ہے؟
4 ----- پاکستان میں آبپاشی کے کون سے ذرائع ہیں؟
5 ----- کن کن دریاؤں سے نہریں نکالی گئی ہیں؟
6 ----- پاکستان کے تین بڑے بند کون سے ہیں؟

پانچواں باب

قدرتی وسائل

پاکستان قائم ہونے کے بعد قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے ملک کے قدرتی وسائل بہت ہیں۔ قدرت نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ ہم کو چاہیے کہ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ جن قدرتی وسائل کی طرف قائد اعظمؒ نے اشارہ کیا تھا، ان میں پاکستان کے دریا، جنگلات، قدرتی پیداوار، زرخیز زمین اور زمین کے نیچے چھپی ہوئی معدنیات کے خزانے شامل ہیں۔

کسی ملک کی ترقی کے لیے اس کے قدرتی وسائل بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر آب و ہوا اچھی ہو اور لوگ محنتی ہوں تو قدرتی وسائل سے پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ قدرت نے ہم کو یہ سب نعمتیں عطا کی ہیں۔ چوں کہ ہمارے ملک کا علاقہ بڑا وسیع ہے اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ جنگلات، دریا، زرخیز زمین اور معدنیات ہمارے ملک کی ترقی کے لیے خاص طور پر فائدہ مند ہیں تو آئیے دیکھیں کہ ملک کے کن حصوں میں قدرتی وسائل پائے جاتے ہیں اور ہم ان سے کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جنگلات

پاکستان میں کسی زمانے میں کافی جنگلات تھے۔ لیکن بہت زیادہ تعداد میں ان جنگلات سے درخت کٹتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلات کا رقبہ کم ہوگیا۔ اس لیے نئے جنگلات تیار کیے جا رہے ہیں اور بڑی تعداد میں درخت اگائے جا رہے ہیں۔ موجودہ جنگلات میں بڑے بڑے جنگلات ہزارہ، دیر، سوات اور چترال میں ہیں۔ ان جنگلات میں دیودار، بیاڑ اور چیڑ کے درخت ہیں جو ملک کی بڑی دولت ہیں ان کے علاوہ چھانگا مانگا اور چیچہ وطنی میں بھی جنگلات ہیں۔ یہ جنگلات ضلع ساہیوال میں واقع ہیں۔ چھانگا مانگا میں کیکر، شیشم اور شہتوت کی درخت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جنگل کے بالکل بیچ میں ایک نہر بھی بہتی ہے۔ ان کے علاوہ ایک جنگل وان بچران تھل میں بھی ہے۔ سندھ کے نچلے حصے میں بھی جنگل ہیں، جہاں شیشم اور

ببول پیدا ہوتی ہے۔ سندھ کے بعض علاقوں میں ببول کی پیداوار بڑھائی جا رہی ہے تاکہ اس سے لاکھ حاصل کی جا سکے۔

بلوچستان میں بارش کم ہوتی ہے۔ یہ علاقہ زیادہ تر پتھریلا ہے' اس لیے یہاں جنگلات زیادہ نہیں ہیں۔ مگر خشک لکڑی کے کچھ جنگلات ہیں۔ وہاں چلغوزہ اور بادام کے درخت ہیں۔ میدانی علاقوں میں سڑکوں' ریلوے لائنوں' دریاؤں کے کنارے اور کھیتوں کی حدود پر شیشم اور کیکر کے درخت بکثرت ہیں۔ جن علاقوں میں بارش نہیں ہوتی وہاں جھاڑیاں اور گھاس پیدا ہوتی ہے۔ یہ علاقے مویشیوں کی چراگاہوں کے طور پر کام آتے ہیں۔ بلوچستان' صوبۂ سرحد' سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں اس قسم کی چراگاہیں ہیں۔ جنگلات میں بہت سے جانور پائے جاتے ہیں۔ جانور جنگلات کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ خوبصورت جنگلات غیر ملکی اور مقامی لوگوں کے لیے سیاحت کے مواقع فراہم کرتے ہیں' غیر ملکی سیّاحوں کی آمد سے ملک کو زرِمبادلہ ملتا ہے۔ جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے لیے حکومت کچھ فیس لے کر اجازت نامے جاری کرتی ہے۔ شکار کی اجازت عام طور سے ماہ نومبر سے لے کر ماہ فروری تک ہوتی ہے۔ پورا سال شکار کرنے پر جانوروں کے ختم ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ سندھ کے جنگلات میں عام طور پر ہرن' پھاڑا اور خرگوش پائے جاتے ہیں۔ پرندوں میں سیاہ اور بھورے تیتر پائے جاتے ہیں۔ آبی گزرگاہوں اور جھیلوں میں مرغابیاں بکثرت ہیں۔ تھر کے علاقے میں کہیں کہیں مور بھی پائے جاتے ہیں' ضلع سانگھڑ کے جنگلات میں اژدھے بھی پائے جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں جنگلات کا رقبہ تقریباً 5 فیصد ہے۔ ملکی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اندازے کے مطابق 20 سے25 فیصد رقبے پر جنگلات ہونے چاہئیں۔ دنیا میں بہت سے ممالک میں جہاں جنگلات کا رقبہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ ملک کی ترقی کے لیے جنگلات لازمی ہیں ورنہ لکڑی باہر سے منگوانی پڑے گی۔

جنگلات کے فوائد

جنگلات سے ملک کو بڑے فائدے ہوتے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:-

1- شیشم اور دیودار کی لکڑی سے فرنیچر بنایا جاتا ہے اور یہ عمارت اور گھر کے سامان کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ خراب قسم کی لکڑی گھروں میں جلانے کے کام آتی ہے۔

2 - جنگلات کی دوسری قسم کی لکڑی سے کاغذ' دیا سلائی' پلائی وڈ' ہارڈ بورڈ وغیرہ بنائے جاتے ہیں جو

ہماری روزانہ ضرورت کی چیزیں ہیں۔

3 - کیکر کی چھال سے چمڑا رنگا جاتا ہے۔ شہتوت کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان بنایا جاتا ہے۔ بعض دوسرے درختوں اور جھاڑیوں کی جڑیں اور چھال وغیرہ دوائیں بنانے کے کام آتی ہیں۔ چیڑ کے تیل سے گندہ بیروزہ اور تارپین بنایا جاتا ہے۔

4- جنگلات کی جھاڑیوں اور چراگاہوں میں گائے، بھینس، بھیڑ، بکری اور اونٹ پالے جاتے ہیں۔

5 - درختوں اور جھاڑیوں کی جڑیں زمین کے اندر پھیل جاتی ہیں اور زمین کو مضبوطی سے پکڑ لیتی ہیں۔ اس وجہ سے زیادہ بارش ہونے پر بھی وہ مٹی اور پانی کو روکے رکھتی ہیں۔ اس طرح زمین خراب ہونے سے بچ جاتی ہے اور اس پر اچھی طرح کاشت ہوتی ہے۔

ان فوائد سے ظاہر ہے کہ جنگلات ملک کی ترقی کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے رقبے میں اضافہ کیا جائے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کسی ملک کی ضروریات پوری کرنے کے لیے زمین کے تقریباً ایک چوتھائی حصے میں جنگلات ہونے چاہئیں۔ ہمارے ملک میں جنگلات ہماری ضروریات سے بہت کم ہیں اس لیے محکمۂ جنگلات نے نئے درخت لگانے کے انتظامات کیے ہیں۔ دریاؤں، سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے کنارے درخت لگائے گئے ہیں۔

ہفتۂ شجرکاری

برسات اور بہار کے موسم میں حکومت درخت لگانے کے ہفتے مناتی ہے اور لاکھوں نئے درخت لگائے جاتے ہیں تاکہ جتنے درخت کاٹے جائیں اتنے ہی اور لگ جائیں اور ملک میں لکڑی کی کمی نہ ہو۔ اس کو کامیاب بنانے کے لیے محکمۂ جنگلات لوگوں کی رہبری کرتا ہے اور کھاد اور جراثیم مارنے کی دواؤں کے استعمال کی ترکیب بھی بتاتا ہے۔ پودے بھی تقریباً مفت دیے جاتے ہیں۔ درخت ملک کی دولت ہیں ان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے اور نہ بلا ضرورت کاٹنا چاہیے۔ بلکہ گھروں میں گنجائش ہو تو وہاں بھی پھل دار اور سایہ دار درخت لگائے جائیں۔ درختوں سے ہوا صاف اور خوشگوار ہوتی ہے اور ماحول کی آلودگی بھی کم ہوتی ہے۔

ٹورازم

ذرائع آمد و رفت اتنے تیز رفتار ہو گئے ہیں کہ پوری دنیا ایک بڑا شہر بن گیا ہے۔ چند گھنٹوں میں

لندن سے کراچی پہنچا جا سکتا ہے۔ ہوائی سفر بہت آرام دہ بنا دیا گیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے لوگ سیرو تفریح کے لیے دوسرے ممالک کا رخ کرنے لگے ہیں۔

خدا نے پاکستان کو بہت خوبصورت بنایا ہے۔ ہمارے ملک میں صحراؤں سے لے کر صفر درجۂ حرارت کے علاقے بھی ہیں۔ ہمارے ملک کا شمالی علاقہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ کوئٹہ کی پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی وادیاں ہیں۔ کہیں قدرتی جھیلیں ہیں تو کہیں برف پوش کے ۔ ٹو اور راکاپوشی کی چوٹیاں ہیں۔ تھانہ بولا خان اور درۂ خنجراب کے پاس مارخور بکرے بکثرت ملتے ہیں۔ خنجراب کے علاقے میں بڑی نایاب جڑی بوٹیاں ملتی ہیں۔ ہر ملک یہ کوشش کرتا ہے کہ ہمارے ملک میں غیر ملکی سیّاح آئیں۔ سیّاحت یعنی ٹورازم اب ایک صنعت کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان میں اس صنعت کے فروغ کے بہترین مواقع ہیں۔ تھوڑی سے محنت کر کے ہم کروڑوں روپے کا زرِ مبادلہ کما سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ملک کو صاف رکھیں اور اسے خوبصورت بنائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ سیاحوں کا رخ اس طرف تبدیل ہو ہوجائے۔ مغربی سیاحوں کو وادئ کاغان اور ہنزہ بہت اچھے لگتے ہیں۔

زرعی پیداوار

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ یہاں کی آبادی کا 70 فیصد حصّہ دیہات میں رہتا ہے اور زیادہ تر کاشتکاری کا کام کرتا ہے۔ ہمارے ملک کا مغربی علاقہ پتھریلا ہے لیکن مشرقی حصّہ زیادہ تر میدانی علاقہ ہے۔ اسی میدان میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا بہتے ہیں۔ دریاؤں کے درمیانی علاقوں میں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ زمین زرخیز ہے اس لیے یہ علاقے زرعی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔

پاکستان میں زراعت زیادہ تر پرانے طریقوں سے ہوتی ہے۔ مگر حکومت زرعی ترقی کے لیے بہت کوشش کر رہی ہے۔ نئی قسم کی کھاد، ٹریکٹر اور دیگر مشینوں کے استعمال کی ہمت افزائی کر رہی ہے۔ کسانوں کی مالی حالت درست کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے امداد دی جا رہی ہے، اس سے خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔

ربیع و خریف

ہمارے ملک میں فصلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک خریف دوسری ربیع۔ گرمی کے موسم میں جو
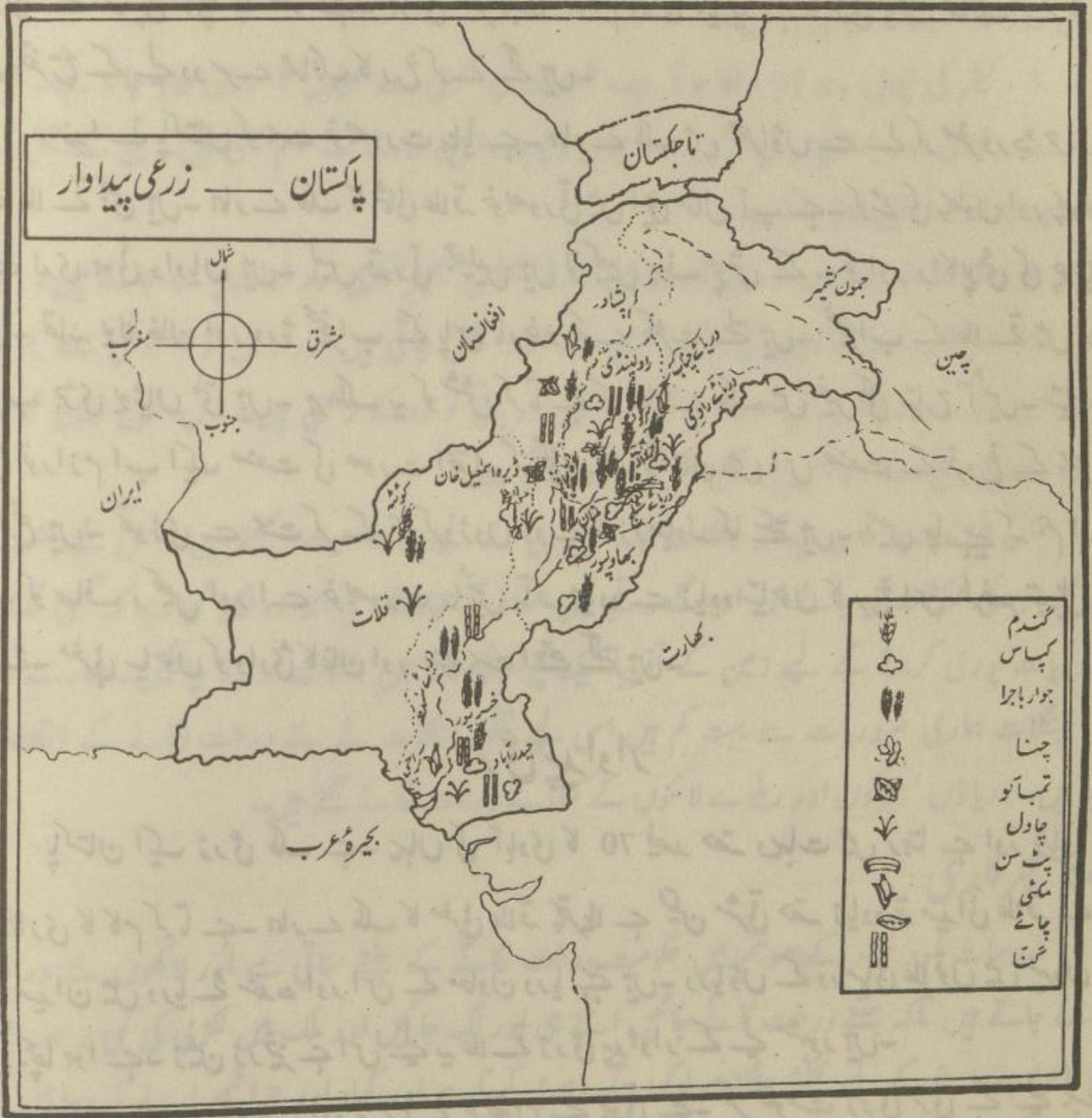
فصلیں بوئی جاتی ہیں وہ خریف کی فصل کہلاتی ہیں۔ ان فصلوں میں خاص طور پر چاول، باجرا، جوار، گنا اور روئی شامل ہیں اور جو فصلیں جاڑے کے موسم میں بوئی جاتی ہیں وہ ربیع کی فصل کہلاتی ہیں۔ ان فصلوں میں گیہوں، جو، چنا، سرسوں وغیرہ شامل ہیں۔ دونوں فصلوں کی پیداوار مندرجہ ذیل ہیں:

گیہوں

گیہوں پاکستان کا بہت اہم اناج ہے اور یہاں کے لوگوں کی عام خوراک ہے۔ اکتوبر نومبر میں جب

سردی شروع ہوتی ہے تو گیہوں بویا جاتا ہے اور اپریل، مئی میں اس کی کٹائی کی جاتی ہے۔ زیادہ گیہوں صوبۂ پنجاب اور صوبۂ سندھ میں ہوتا ہے۔ تھوڑی مقدار میں صوبۂ سرحد میں بھی ہوتا ہے۔ حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ جدید طریقے اپنا کر اتنی گندم پیدا کی جائے جو ملکی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

چاول

چاول گرم موسم میں پاکستان کے ایسے علاقوں میں پیدا ہوتا ہے جہاں نہری پانی خوب ملتا ہے۔ سندھ کے میدان اور پنجاب کے کئی علاقوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ پاکستان کا باسمتی چاول بڑا خوشبودار اور اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے اور ملک کی ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے زرِمبادلہ حاصل کرنے کے لیے حکومت اس کو دوسرے ملکوں کو برآمد کرتی ہے۔

کپاس

کپاس پاکستان کی نقدی کی فصل کہلاتی ہے۔ نقدی کی فصل اس پیداوار کو کہتے ہیں جو کھانے کے کام نہیں آتی، اس کو فروخت کر کے ہم رقم حاصل کرتے ہیں۔ کپاس کو چاندی کا ریشہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو باہر کے ملکوں میں فروخت کر کے زرِمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ یہ وادیٔ سندھ کے نہری علاقوں میں بوئی جاتی ہے۔ ملک کے اندر کپڑے کے کارخانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ باقی برآمد کی جاتی ہے۔

گنّا

جن علاقوں میں نہری پانی ملتا ہے وہاں گنّے کی کاشت ہوتی ہے۔ پشاور، مردان، ملتان، فیصل آباد اور اندرونِ سندھ تقریباً تمام ضلعوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ گنّے سے شکر بنائی جاتی ہے۔

دالیں

دالیں پروٹین کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اگرچہ پروٹین گوشت اور مچھلی سے بھی حاصل کی جاتی ہے مگر گوشت کی قیمت دالوں کی قیمت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ پاکستان میں دالیں تقریباً ہر صوبے میں پیدا ہوتی ہیں۔ دالوں کا استعمال دیہات میں شہروں کے نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ زیادہ تر ہمارے ملک میں چنے کی دال، مسور کی دال، مونگ کی دال، توہر اور ماش کی دالیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ہمیں دالوں کی پیداوار میں

اضافہ کرنا چاہیے تاکہ دالیں باہر سے نہ منگوانی پڑیں۔

تیل نکالنے کے بیج

خاص خاص تیل نکالنے کے بیج سرسوں، رائی اور تل ہیں جن کی کاشت ان علاقوں میں کی جاتی ہے جہاں نہری پانی خوب ملتا ہے۔ ان بیجوں سے جو تیل نکالا جاتا ہے وہ کھانا پکانے، اچار بنانے اور کہیں کہیں چراغ جلانے کے کام آتا ہے۔ مونگ پھلی اور بنولے کا تیل بناسپتی گھی بنانے کے کام آتا ہے۔

سبزیاں

ان زرعی پیداوار کے علاوہ ہمارے ملک میں سبزیاں بھی کثرت سے اگائی جاتی ہیں جو ہماری روزمرّہ خوراک کا اہم حصّہ ہیں۔ ملک میں گائے، بیل اور بکریاں کافی تعداد میں نہ ہونے کی وجہ سے ہفتے میں دو روز گوشت کا ناغہ ہوتا ہے۔ ان دنوں زیادہ تر سبزیاں ہی کھائی جاتی ہیں۔ سبزیوں کی کاشت کی طرف بھی خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ پتھریلا اور بنجر علاقہ چھوڑ کر ملک میں ہر جگہ سبزیاں اگائی جاتی ہیں جو ہماری روزمرّہ کی خوراک کا اہم حصّہ ہیں۔ ہماری خاص سبزیاں آلو، ٹماٹر، چقندر، گاجر، مٹر، گوبھی، لوکی، ترئی، بھنڈی، مولی اور پالک ہیں۔ سبزیاں اگانا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ ان کے لیے زیادہ رقم اور زمین کی ضرورت نہیں ہوتی ان کی گھر میں بھی کاشت کی جاسکتی ہے۔ جہاں گنجائش ہوتی ہے لوگ چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنا کر سبزیاں اگا لیتے ہیں۔ سبزیاں صحت قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔

پھل

ہمارے ملک میں مختلف قسم کے پھل کافی تعداد میں پیدا ہوتے ہیں۔ کراچی سے پشاور تک جگہ جگہ پھلوں کے باغ لگے ہوئے ہیں۔ ان باغوں میں مالٹا، آم، کینو، امرود، کیلا، سیب اور ناشپاتی وغیرہ ہوتے ہیں۔ سندھ میں نہایت اعلیٰ قسم کا آم اور کیلا بکثرت ہوتا ہے۔ انگور، سیب، بادام، خوبانی اور اخروٹ صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ملک کے دوسرے علاقوں میں بھیجا جاتا ہے۔ پنجاب میں کینو، آم اور مالٹوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ ان پھلوں سے رس بھی نکالے جاتے ہیں۔ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ، پشاور اور حیدر آباد وغیرہ میں ایسے کئی کارخانے ہیں۔ جہاں مختلف قسم کے پھلوں کا رس خوبصورت بوتلوں میں بند کر کے ملک کے دوسرے حصّوں میں بھیجا جاتا ہے۔

سوالات

1 ------ قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے؟

2 ------ جنگلات کے کیا فائدے ہیں؟

3 ------ پاکستان کی خاص خاص زرعی پیداوار کیا ہے؟

عملی کام

1 ------ اہم زرعی پیداوار کے چند نمونے جمع کر کے گوند سے کاپی پر چپکائیں۔

2 ------ ان مقامات کے نام لکھیے جہاں بڑے جنگلات ہیں۔

چھٹا باب

معدنی پیداوار

زمین کو کھود کر جو تیل، کوئلہ، لوہا اور مختلف قسم کی دھاتیں نکالی جاتی ہیں ان کو معدنیات کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں لوگوں کو یہ علم نہ تھا کہ ملک کے کون سے حصّے میں معدنیات موجود ہیں لیکن اب سائنس کی مدد سے یہ کام آسان ہو گیا ہے۔ ایسی مشینیں تیار ہو گئی ہیں جن کی مدد سے زمین گہری کھودنے اور معدنیات نکال کر صاف کرنے میں بہت سہولت ہو گئی ہے۔ اس لیے ہر ایک ملک اپنی معدنیات کے ذخیروں کو معلوم کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی برابر کوشش ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت جن معدنیات کا پتا لگا ہے ان میں قدرتی گیس، تیل، کوئلہ، لوہا، شیشے کی ریت، سنگِ مرمر، کرومائیٹ اور جپسم شامل ہیں۔ آئیے دیکھیں ہم اپنی معدنیات کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔

کوئلہ

کوئلے کے ذخیرے صوبۂ سرحد میں گل خیل۔ پنجاب میں مکڑوال۔ بلوچستان میں ڈکی، ہرنائی، شاہرگ، مچ، ڈیگاری، خوست، سار، شیریں آب، بولان۔ سندھ میں لاکھڑا، جھمپیر، کھانوٹ، میٹنگ اور تھر میں ہیں۔ یہ کوئلہ لکڑی کے کوئلے سے مختلف ہوتا ہے۔ اسے اینٹوں کی شکل میں جما کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

قدرتی گیس

1952ء میں بلوچستان میں سوئی کے مقام پر تیل کے ذخیرے معلوم کرنے کے لیے کھدائی کی گئی وہاں تیل کی بجائے قدرتی گیس نکل آئی۔ سوئی کے علاوہ پیر کوہ صوبۂ بلوچستان میں اچ کے مقام پر گیس کی بڑی مقدار دریافت ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ بدین، اٹک، بارکھان، ڈھوڈک (ڈیرہ غازی خان) اور ضلع جہلم میں بھی گیس دریافت ہوئی ہے۔ یہ گیس ایندھن کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ کارخانوں میں بجلی کے بجائے گیس سے انجن چلائے جاتے ہیں۔ کراچی، فیصل آباد، لاہور اور ملتان کے کارخانے زیادہ تر گیس

سے چل رہے ہیں۔ پاکستان کے صنعتی علاقوں میں بھی گیس پہنچا دی گئی ہے۔ سکھر اور ملتان میں گیس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے اور ملتان میں زراعت کے لیے کھاد بھی گیس کی مدد سے بنائی جاتی ہے۔ گھروں میں بھی لکڑی اور کوئلے کے بجائے استعمال ہوتی ہے۔ گیس، بجلی کے مقابلے میں سستی ہے۔ غرضیکہ پاکستان کے لیے یہ قدرت کا بہت بڑا تحفہ ہے۔
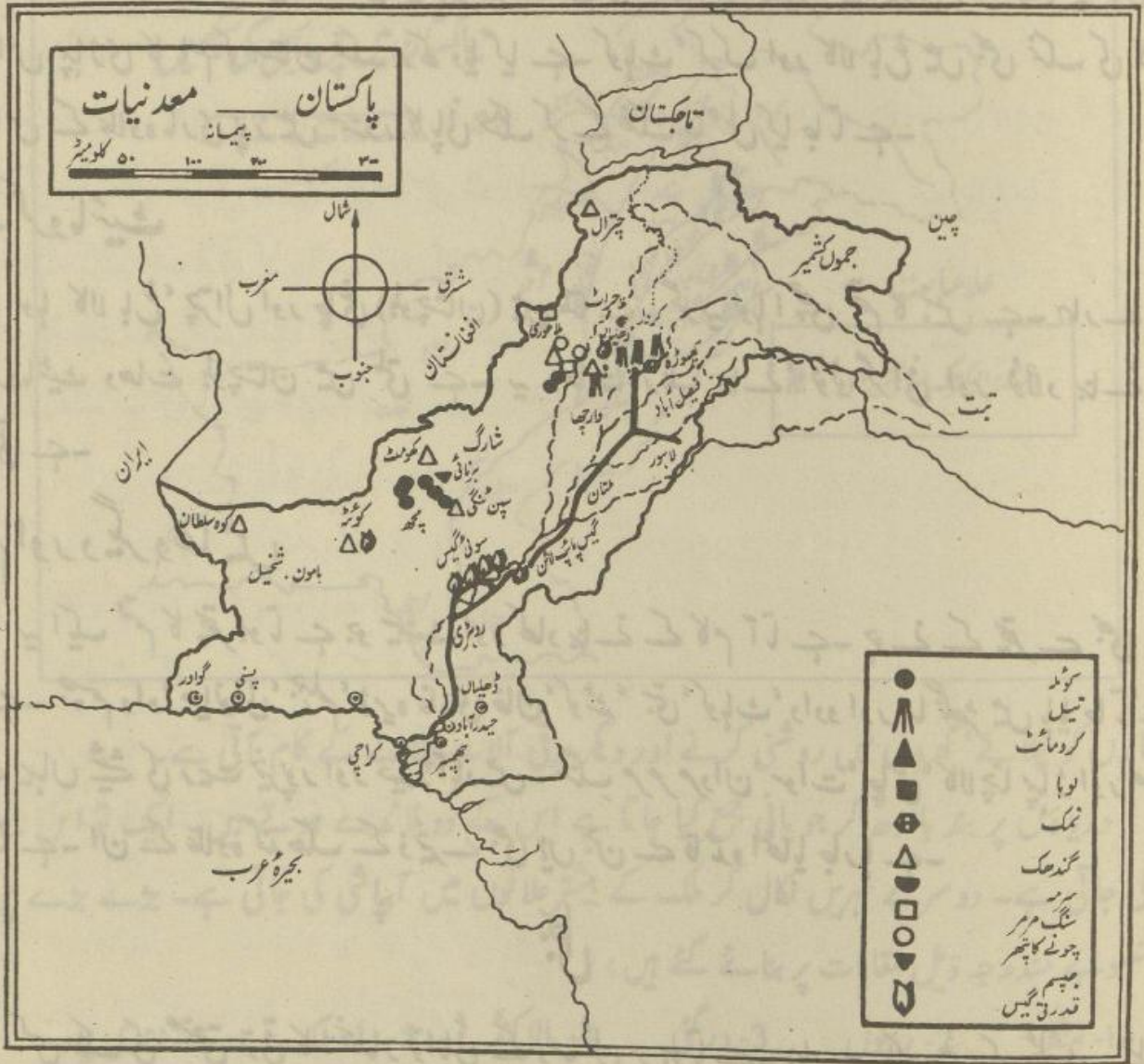
معدنی تیل

ہمارے ملک میں تیل کی پیداوار ہماری ضروریات سے کم ہے۔ اس وقت اٹک، بدین، حیدر آباد اور جہلم کے ضلعوں میں تیل کے کئی کنوئیں ہیں۔ ماہروں کا خیال ہے کہ پاکستان میں تیل کے ذخیرے موجود ہیں۔ اس لیے نئے کنوئیں کھود کر تیل کی تلاش جاری ہے اور غیر ملکی ماہرین کی مدد بھی حاصل ہے۔ ہمارے ملک

میں تیل صاف کرنے کے کارخانے کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں قائم کیے گئے ہیں۔ جہاں تیل صاف کر کے پٹرول بنایا جاتا ہے۔

نمک

نمک ہماری روزانہ کی استعمال کی چیز ہے۔ اس کی سب سے بڑی کان کھیوڑہ (پنجاب) پہاڑی میں ہے۔ اس پہاڑی کا نام کوہستان نمک رکھ دیا گیا ہے۔ کوہاٹ، کرک اور کالا باغ میں بھی نمک کی کانیں ہیں۔ اس کے علاوہ ماری پور میں سمندر کا پانی خشک کر کے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

لوہا۔ کرومائیٹ

لوہا کالا باغ، چترال اور چاغی (بلوچستان) میں ملتا ہے۔ مگر یہ لوہا اچھی قسم کا نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں کرومائیٹ دھات بلوچستان میں ملتی ہے۔ یہ دھات رنگ بنانے، فوٹو گرافی اور فولاد بنانے کے کام آتی ہے۔

جپسم اور دیگر دھاتیں

یہ ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے جو سیمنٹ اور کھاد بنانے کے کام آتا ہے۔ چونے کے پتھر سے بھی سخت ہوتا ہے۔ جپسم واہ، میانوالی، جہلم، ڈیرہ غازی خان، کوئٹہ، بتی، کوہاٹ، دادو اور سانگھڑ میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں شیشے کی ریت خیرپور اور حیدر آباد میں۔ سنگِ مرمر مردان، سوات، چاغی، کالاچٹا پہاڑ اور صوابی میں ملتا ہے۔ ان کے علاوہ گندھک کے ذخیرے بھی ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

بجلی

کسی ملک کی صنعتی ترقی کا انحصار توانائی کے وسائل پر ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں کوئلے اور تیل کی کمی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے بجلی پیدا کی گئی ہے۔

ہمارے ملک میں مندرجہ ذیل تین قسم کی بجلی پیدا کی گئی ہے۔

1- پن بجلی　　2- تھرمل بجلی　　3- ایٹمی بجلی۔

1- پن بجلی

دریاؤں پر بند باندھ کر پانی کو اونچائی سے گرا کر مشینوں (جنھیں ٹربائین کہتے ہیں) سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ بجلی پانی کی طاقت سے حاصل کی جاتی ہے اس لیے اسے پن بجلی کہتے ہیں۔ یہ بجلی
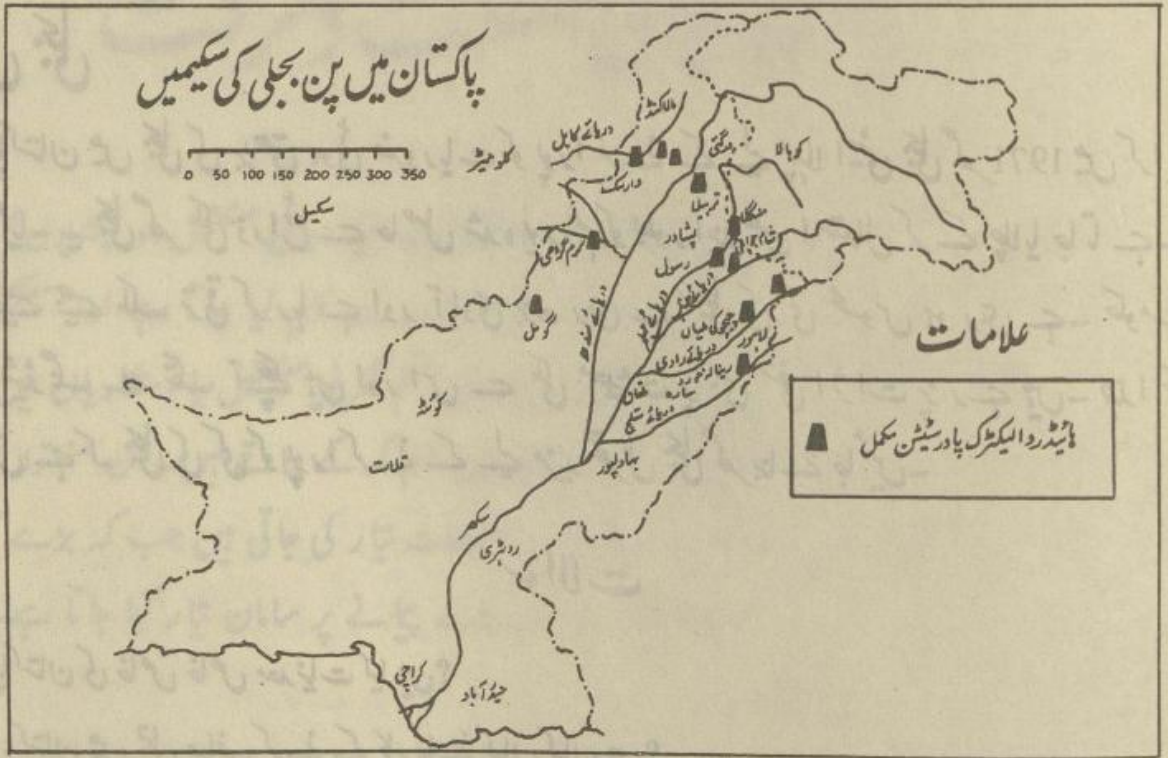
کارخانوں کو چلانے، گھروں میں روشنی کرنے اور دیگر برقی آلات چلانے کے کام آتی ہے۔

دریاؤں پر بند باندھ کر جو پانی جمع کیا جاتا ہے اس کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو اس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ دوسرے نہریں نکال کر ملک کے بیشتر علاقوں میں آبپاشی کی جاتی ہے۔ بڑے بڑے پن بجلی کے منصوبے مندرجہ ذیل مقامات پر بنائے گئے ہیں:

1- منگلا　2- رسول　3- درگئی　4- مالاکنڈ　5- وارسک　6- نندی پور

7- شادی وال　8- چیچو کی ملیاں　9- تربیلا　10- حب۔

2- تھرمل بجلی

کوئلے، تیل اور گیس کی مدد سے پیدا کی جانے والی بجلی کو تھرمل بجلی کہتے ہیں۔

قدرتی گیس کی مدد سے ملتان میں ایک بڑا تھرمل بجلی گھر قائم کیا گیا ہے۔ اس میں قدرتی گیس سے

بجلی تیار کی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک بجلی گھر فیصل آباد میں قائم کیا گیا ہے۔ کوئٹہ' کراچی اور جامشورو میں بھی تھرمل بجلی گھر قائم ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھڑا اور تھر میں بھی تھرمل بجلی گھر قائم کیے جا رہے ہیں۔

پاکستان اپنے طاقتی وسائل میں خود کفیل ہوتا جا رہا ہے۔ اب اسے تیل باہر سے منگوانے کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ اس کمی کو کوئلہ' پن بجلی اور قدرتی گیس پورا کرے گی۔

3-ایٹمی بجلی

پاکستان میں بجلی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پہلا ایٹمی بجلی گھر 1971 میں کراچی میں قائم کیا گیا۔ یہ بجلی گھر ملکی ذرائع سے حاصل شدہ یورینیم کو بطور ایندھن استعمال کر کے چلایا جاتا ہے۔

جیسے جیسے ملک ترقی کر رہا ہے اور آبادی بڑھ رہی ہے' بجلی کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ حکومت اور عوام لوڈشیڈنگ سے تنگ آچکے ہیں اور اس سے ملکی معیشت پر بھی منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کی کوشش ہے کہ بجلی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے مزید تھرمل بجلی گھر بنائے جائیں۔

سوالات

1 ----- پاکستان کی خاص خاص معدنیات کیا ہیں؟

2 ----- پاکستان میں تیل صاف کرنے کے کارخانے کہاں کہاں ہیں؟

3 ----- ہمارے ملک میں کتنی قسم کی بجلی پیدا کی جاتی ہے؟

4 ----- ہمارے ملک میں پن بجلی کے کون کون سے منصوبے ہیں؟

عملی کام

1 ----- پاکستان میں جو دھاتیں ملتی ہیں ان میں سے جو آپ کو مل سکیں ان کے نمونے جمع کریں۔

2 ----- پاکستان کے نقشے میں وہ مقامات دکھائیں جہاں گیس' کوئلہ اور نمک ملتا ہے۔

ساتواں باب

پاکستان کی صنعت وحرفت

پاکستان کی صنعتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک بڑی صنعتیں جو فیکٹریوں، کارخانوں اور ملوں کے ذریعے چلائی جاتی ہیں۔ ان میں بڑی بڑی مشینوں سے کام لیا جاتا ہے اور سینکڑوں، ہزاروں محنت کش یک جا ہو کر کام کرتے ہیں۔ صنعتوں کی دوسری قسم گھریلو صنعتیں یا دستکاریاں ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے کاریگر اپنے گھروں یا چھوٹے چھوٹے احاطوں میں کام کر کے بناتے ہیں۔ ان صنعتوں میں ہاتھ سے چلانے والے اوزاروں کی مدد سے چھوٹے پیمانے پر مصنوعات تیار کی جاتی ہیں جب کہ بڑے کارخانوں میں مشینوں کو بجلی اور گیس وغیرہ سے چلایا جاتا ہے اور بڑے پیمانے پر سامان تیار کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے خاص خاص صنعتیں ذیل میں درج ہیں:۔

سوتی کپڑا بنانے کے کارخانے

پاکستانی صنعتوں میں سب سے زیادہ ترقی سوتی کپڑا بنانے کی صنعت نے کی ہے۔ پاکستان میں اچھی قسم کی کپاس پیدا ہوتی ہے اس لیے اس صنعت کو ترقی کرنے میں مدد ملی۔ ہمارے ملک میں کپڑا ہماری ضرورت سے زیادہ تیار ہوتا ہے۔ فاضل کپڑا بیرون ملک بھیج کر فروخت کیا جاتا ہے اور زرِمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ کپڑے کے بڑے بڑے کارخانے کراچی، ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی، کوہاٹ، نوشہرہ، لاہور، لارنس پور، حیدر آباد، خیرپور، اتھل اور کوئٹہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ کپڑے کے چھوٹے کارخانے اور بھی کئی جگہ ہیں۔

اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے

جب پاکستان بنا تو ملک بھر میں اونی کپڑے کا ایک بھی کارخانہ نہیں تھا لیکن اب اونی کپڑا بنانے کے کئی کارخانے سرگودھا، جوہر آباد، رحیم یار خاں، اوکاڑہ، فیصل آباد اور کوئٹہ میں کام کر رہے ہیں۔ ان میں

خاص طور سے ہرنائی، بنوں، جھنگ، لارنس پور، قائد آباد اور کراچی مشہور ہیں۔

ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے

کراچی، لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان، سکھر اور حیدر آباد میں ریشمی کپڑا تیار کرنے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

شکر بنانے کے کارخانے

پاکستان میں شکر بنانے کے کارخانے بھی قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور شکر کا کارخانہ صوبۂ سرحد کے شہر مردان میں ہے جو ایشیا میں شکر کا سب سے بڑا کارخانہ ہے۔ اس کے علاوہ صوبۂ سرحد میں تخت بائی، خزانہ، نوشہرہ، چارسدہ اور سرائے نورنگ کے مقامات پر شکر کے کارخانے ہیں۔ صوبۂ پنجاب میں جوہر آباد، فیصل آباد، رہوالی، چشتیاں، جھنگ، منڈی بہاء الدین، پسرور، پتوکی، دریا خاں اور لیہ میں شکر کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

سندھ میں بدین، تلہار، کھوسکی، ٹنڈو محمد خان، ٹنڈو باگو، ٹمیاری، ٹنڈوالہ یار، شیخ بھرکیو، جھوک شریف، ٹھٹہ، گاڑھو، بڈھو تالپور، سانگھڑ، میرپور خاص، نواب شاہ، سکرنڈ، شاہ پور جہانیاں، رانی پور، پیارو گوٹھ اور نئو ڈیرو میں بھی شکر کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شہروں میں شکر کے کارخانے اس وقت تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

سیمنٹ کے کارخانے

سیمنٹ بنانے کے لیے چونے کے پتھر اور جن دوسری اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے وہ پاکستان میں افراط سے ملتی ہیں۔ اس لیے اس صنعت نے بھی پاکستان میں خاصی ترقی کی ہے۔ سیمنٹ کے کارخانے کراچی، حیدر آباد، ٹھٹہ، نوری آباد (دادو)، روہڑی، داؤد خیل، واہ (راولپنڈی)، ہزارہ، ڈنڈوت (جہلم)، نظام پور، چراٹ (نوشہرہ) اور کوہاٹ میں لگائے گئے ہیں۔

شیشہ سازی کے کارخانے

پاکستان میں شیشہ ریت ملتی ہے اس لیے اس صنعت کو کافی ترقی ہوئی ہے۔ شیشہ سازی کا سب سے بڑا کارخانہ حیدر آباد میں ہے اور چھوٹے کارخانے کراچی، لاہور، ملتان، حسن ابدال، نوشہرہ اور

جہلم میں ہیں۔

قالین سازی

قالین سازی پاکستان کی بہت بڑی گھریلو دستکاری ہے۔ پاکستان کے ہر صوبے میں قالین بنائے جاتے ہیں۔ کسی زمانے میں قالین سازی میں صرف ایران اور افغانستان کا نام تھا، مگر اب پاکستان نے بھی اس صنعت میں نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔ ہمارے ملک میں بہترین قالین بنائے جاتے ہیں اور ان کی باہر کے ممالک میں بہت مانگ بڑھ رہی ہے۔ اس صنعت کے بڑے بڑے مراکز کراچی' حیدر آباد' بہاولپور' ملتان' فیصل آباد' لاہور اور گوجرانوالہ ہیں۔ کراچی' کوٹڑی اور ملتان میں اس کے کارخانے ہیں باقی جگہوں پر عورتیں اور بچّے اس کام کو گھروں میں کرتے ہیں اور وہ اس کام میں بہت ماہر ہو جاتے ہیں، مگر عورتوں اور بچّوں کو عام طور پر معاوضہ بہت کم دیا جاتا ہے۔

مصنوعی ریشے اور اس کے کپڑے کے کارخانے

مصنوعی ریشہ موجودہ دور کی پیداوار ہے۔ اس کا بنا ہوا کپڑا پہلے غیر ممالک سے آتا تھا مگر اب پاکستان میں اس کا دھاگہ بنایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سے شہروں میں مصنوعی ریشے کا دھاگہ بنایا جاتا ہے۔ اس صنعت کے بڑے بڑے مراکز حیدر آباد' کوٹڑی' کراچی' ملتان' اوکاڑہ اور لاہور میں ہیں۔ کراچی' حیدر آباد' لاہور اور فیصل آباد میں اس ریشے سے کپڑا بھی تیار کیا جاتا ہے۔

سِلے سلائے کپڑوں کی صنعت (گارمنٹ انڈسٹری)

پاکستان میں عام طور پر لوگ اپنی پسند سے اپنا لباس سلواتے تھے۔ کچھ لوگ جو باہر کے ممالک جا سکتے تھے وہاں سے سلے سلائے کپڑے لے آتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں کچھ دوکانوں پر باہر کے بنائے ہوئے کپڑے مل جاتے تھے۔ مگر اب مصروفیات اور کام کی زیادتی کی وجہ سے سلے سلائے کپڑوں کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ ٹی وی اور ریڈیو پر اشتہار بھی ہیں۔ یہ طریقہ آسان بھی ہے جب چاہیں بازار جا کر اپنی پسند کا لباس خرید لیں۔

پاکستانی صنعت نے اس مد میں کافی ترقی کر لی ہے۔ ہمارے ملک کے ملبوسات کی باہر کے ممالک میں دن بدن مانگ بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا کراچی' حیدر آباد' فیصل آباد' اوکاڑہ' لاہور اور گوجرانوالہ میں بہت سی

گارمنٹ فیکٹریاں کام کر رہی ہیں۔

فوڈ پراڈکٹس اور مشروبات

ہمارے ملک کے زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ عام طور پر وہ اپنے گھر کا پکایا ہوا کھانا ہی کھاتے ہیں اور پینے کے لیے گھر کی لسّی اور لیموں سے بنایا ہوا شربت استعمال کرتے ہیں۔ مگر اب حالات بدلتے جا رہے ہیں، گاؤں کے لوگ شہروں کا رخ اختیار کر چکے ہیں۔ شہروں میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کی بھی بہت آسانی ہے۔ بڑے شہروں میں کارخانے اور دفاتر عام طور پر شہروں سے باہر ہوتے ہیں۔ ملازمین کے لیے کھانا کھانے گھر جانا ناممکن ہوتا ہے۔ سفر اور تفریح پر جانے کے لیے بھی لوگ اب پکا پکایا کھانا پسند کرتے ہیں۔ وہ پاکستانی جو غیر ممالک میں رہتے ہیں اور وہ بھی کبھی کبھی پاکستانی کھانا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارے ملک سے مشروبات اور کھانا بنا کر ڈبوں میں بند کرنے کے کئی کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ اس صنعت کے بڑے بڑے کارخانے کراچی، حیدر آباد، رینالہ خورد، لاہور، اسلام آباد اور ہتار (صوبۂ سرحد) میں ہیں۔

خوردنی تیل

ہمارے ملک میں عام طور پر لوگ دیسی گھی سے بنائے ہوئے کھانے پسند کرتے تھے۔ آبادی بڑھ جانے سے اب دیسی گھی کی مانگ پوری نہیں ہو سکتی۔ دوسرے تعلیم بڑھ جانے سے اور صحت کے اصولوں سے زیادہ واقفیت کی بناء پر اب دیسی گھی کا رواج بہت کم ہو گیا ہے۔ خوردنی تیل بنانے کے کارخانے زیادہ تر کراچی، حیدر آباد، ملتان، خانیوال، اوکاڑہ، لاہور اور گوجرانوالہ میں ہیں۔ یہ تیل بنولے، سورج مکھی، سویابین اور پام آئل سے بنتا ہے۔

آلاتِ جرّاحی

یہ صنعت پاکستان کی پرانی صنعت ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے بھی سیالکوٹ شہر کے بنے ہوئے آلاتِ جرّاحی مغربی ممالک میں استعمال کیے جاتے تھے۔ دنیا کی آبادی بڑھ جانے سے دن بدن اسپتالوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ذرائع آمد و رفت بہت بڑھ گئے ہیں اور زندگی کی گھما گھمی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اس طرح حادثوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا آلاتِ جرّاحی کی مانگ پہلے سے کئی گنا زیادہ

ہو گئی ہے۔ اس لیے اب سیالکوٹ کے علاوہ لاہور، وزیر آباد اور گوجرانوالہ میں آلات جراحی بنائے جاتے ہیں۔

کھیلوں کے سامان

کھیلوں کے سامان کے لیے پاکستان دنیا بھر میں بہت مشہور ہے۔ بہت سے یورپی ممالک میں پاکستان کا بنا ہوا کھیلوں کا سامان پسند کیا جاتا ہے۔ امریکہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک میں بھی اس سامان کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ یہ سامان مثلاً ہاکی، فٹ بال، ریکٹ، بیس بال، کرکٹ کے بلے اور گیند، شٹل کاک، والی بال اور کیرم بورڈ وغیرہ زیادہ تر سیالکوٹ میں بنائے جاتے ہیں۔ سیالکوٹ کے گرد و نواح میں شہتوت کے درخت بکثرت ملتے ہیں۔ کھیلوں کے سامان میں عام طور پر شہتوت کی لکڑی استعمال کی جاتی ہے۔ یہاں کے کاریگر اس فن میں بہت ماہر ہیں اور یہ مہارت سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ اس تجارت سے پاکستان کو بہت زرمبادلہ ملتا ہے۔

دیگر کارخانے

دیا سلائی بنانے کے کارخانے لانڈھی (کراچی)، شیخوپورہ اور صوبۂ سرحد میں ہیں۔ دواسازی کے کارخانے کراچی اور لاہور میں، پلاسٹک کی چیزیں بنانے کے کارخانے بھی لاہور اور کراچی میں ہیں۔ ربڑ کی اشیاء ٹائر، ٹیوب بنانے کے کارخانے کراچی، لاہور اور سیالکوٹ میں ہیں۔ پٹرولیم صاف کرنے کے کارخانے کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں ہیں۔ لوہے کا سامان تیار کرنے کے کارخانے بھی لاہور اور کراچی میں ہیں۔ کاغذ اور گتہ بنانے کے کارخانے چارسدہ، نوشہرہ، لاہور، رہوالی اور شیخوپورہ میں ہیں۔ کھاد بنانے کے کارخانے شیخوپورہ، داؤدخیل، ملتان، فیصل آباد، جڑانوالا، ڈہرکی، ماچھی گوٹھ، میرپور ماتھیلو اور ہری پور میں قائم ہیں۔

بسکٹ بنانے کے کارخانے حیدر آباد، سکھر، کراچی، ساہیوال اور لاہور میں ہیں۔ بجلی کے پنکھے، واشنگ مشین، کولر اور اسٹین لیس اسٹیل کا سامان سیالکوٹ، گجرات، وزیر آباد، گوجرانوالہ اور لاہور میں تیار کیا جاتا ہے۔ صابن سازی یوں تو پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ہوتی ہے، تاہم اس کے بڑے مراکز کراچی، حیدر آباد، ملتان، لاہور اور فیصل آباد ہیں۔ سائیکل گوجرانوالہ، لاہور، گجرات او وزیر آباد میں بنائے جاتے ہیں۔ اسلحہ سازی کا کام واہ کینٹ اور کابرہ میں ہوتا ہے۔ کاریں بنانے کا کارخانہ کراچی میں ہے۔

ان تمام کارخانوں کے علاوہ ایک فولاد کا کارخانہ پپری (کراچی) میں قائم کیا گیا ہے۔ یہ پاکستان کا فولاد کا سب سے بڑا کارخانہ ہے۔ اس سے پاکستان کی صنعتوں کے لیے بھاری مشینیں اور ملک کی دوسری ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

چند خاص گھریلو دستکاریاں

گھریلو دستکاریوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

چمڑے کا سامان

جوتے، جیکٹ، چمڑے کے بکس، چپل، بیلٹ، دستانے، گھوڑے کی زین وغیرہ پشاور، کوئٹہ، کراچی، ملتان، لاہور اور سیالکوٹ میں تیار کیے جاتے ہیں۔

دھات کا کام

ٹرنک، برتن، تجوریاں وغیرہ گوجرانوالہ اور لاہور میں تیار ہوتے ہیں۔ لوہے کی الماریاں اور کرسیاں بھی گوجرانوالہ میں بنتی ہیں۔ چاقو، چھریاں وغیرہ وزیر آباد میں بنتی ہیں۔ مٹی کے نہایت خوبصورت برتن گجرات، بہاولپور اور ملتان میں بنتے ہیں۔ ان پر اعلیٰ قسم کا روغن ہوتا ہے۔ یہاں ہاتھی دانت کا کام بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔

ان سامان کے علاوہ دریاں، اُونی کمبل، شال، زردوزی اور پھول کاری کا کام بھی گھریلو دستکاریوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ سب سامان پاکستان کے قریب قریب ہر علاقے میں تیار ہوتا ہے۔ گھریلو دستکاریوں کے لیے زیادہ تر خام مال ملک کے اندر ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ بہت سا تیار شدہ سامان اب بیرونِ ملک بھی بھیجا جاتا ہے جو وہاں بہت پسند کیا جاتا ہے۔

سوالات

1 ----- صنعتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

2 ----- بھاری صنعتوں اور گھریلو دستکاریوں میں کیا فرق ہے؟

3 ----- پاکستان کی چند اہم صنعتوں کے بارے میں لکھیے۔

4 ----- پاکستان کی اہم گھریلو دستکاریوں کا ذکر کیجیے۔

عملی کام

1 ----- اگر آپ کے علاقے میں کوئی چھوٹی یا بڑی صنعت کا کارخانہ ہو تو اپنے مدرس کے ہمراہ اسے دیکھنے جائیے اور جو کچھ وہاں دیکھیں واپسی پر اس کا پورا حال لکھیں۔

2 ----- ایک چارٹ بنائیے جس میں ایک طرف مختلف صنعتوں کے نام لکھیے۔ اور ان کے سامنے ان مقامات کے نام لکھیے جہاں وہ صنعتیں قائم ہیں۔

آٹھواں باب

آبادی اور پیشے

آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان کی زمین اور آب و ہوا پورے ملک میں ایک سی نہیں۔ کہیں پہاڑی علاقہ ہے تو کہیں میدان ہیں۔ کہیں دریا ہیں تو کہیں کنوئیں اور نل سے پانی نکالنا مشکل ہے۔ اس فرق کی وجہ سے آبادی بھی ہر جگہ ایک سی نہیں ہے۔ کہیں زیادہ اور کہیں کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ زیادہ تر ایسی جگہ آباد ہوتے ہیں جہاں کی آب و ہوا اچھی ہو' زمین زرخیز ہو' پانی دستیاب ہو اور قدرتی وسائل موجود ہوں۔ برخلاف اس کے پہاڑی یا بنجر علاقوں میں نہ پیداوار ہوتی ہے' نہ زندگی کی ضروریات کی دوسری چیزیں میسر ہیں۔ اس لیے ان علاقوں میں آبادی کم ہوتی ہے۔ ملک کا مشرقی حصہ زیادہ تر میدانی ہے۔ دریاؤں اور نہروں سے سیراب ہوتا ہے۔ زمین زرخیز ہے۔ یہاں لوگوں کو روزی کمانے کے بہت زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ اس لیے ان علاقوں کی آبادی زیادہ ہے مگر ملک کا مغربی حصّہ جس میں بلوچستان شامل ہے زیادہ تر پہاڑی ہے۔ بارش بھی کم ہوتی ہے اس لیے یہاں آبادی کم ہے۔ صوبۂ سرحد کا علاقہ بھی پتھریلا ہے لیکن یہاں بہت بڑا بند وارسک بنا دیا گیا ہے جس سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ پھر بھی علاقے کے رقبے کے مدِّنظر یہاں کی آبادی زیادہ گنجان نہیں ہے۔ پنجاب کا پورا علاقہ سرسبز ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے' دریا اور نہروں سے پانی خوب ملتا ہے' یہاں ضروریاتِ زندگی آسانی سے میسر ہیں۔ اس لیے ملک کی زیادہ آبادی اس صوبے میں ہے۔ سندھ کا کچھ علاقہ بنجر ہے مگر باقی علاقے زرخیز ہیں۔ دریائے سندھ کا پانی اور نہریں زمین کو خوب سیراب کرتی ہیں اس لیے یہاں بھی آبادی کافی ہے۔ سندھ کے ساحلی علاقے میں کراچی واقع ہے جو پاکستان کی اہم بندرگاہ ہے اور بڑا صنعتی مرکز ہے۔ ملک کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس شہر میں آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ صنعتی علاقہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ دوسرے علاقوں سے یہاں آ آکر آباد ہو گئے ہیں۔

مردم شماری

1981ء کی مردم شماری کے مطابق ہمارے ملک کی آبادی 8,37,82,000 تھی۔پاکستان میں پھر مردم شماری 1991ء میں ہونی تھی، مگر چند وجوہات کی بنا پر نہ ہو سکی۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت
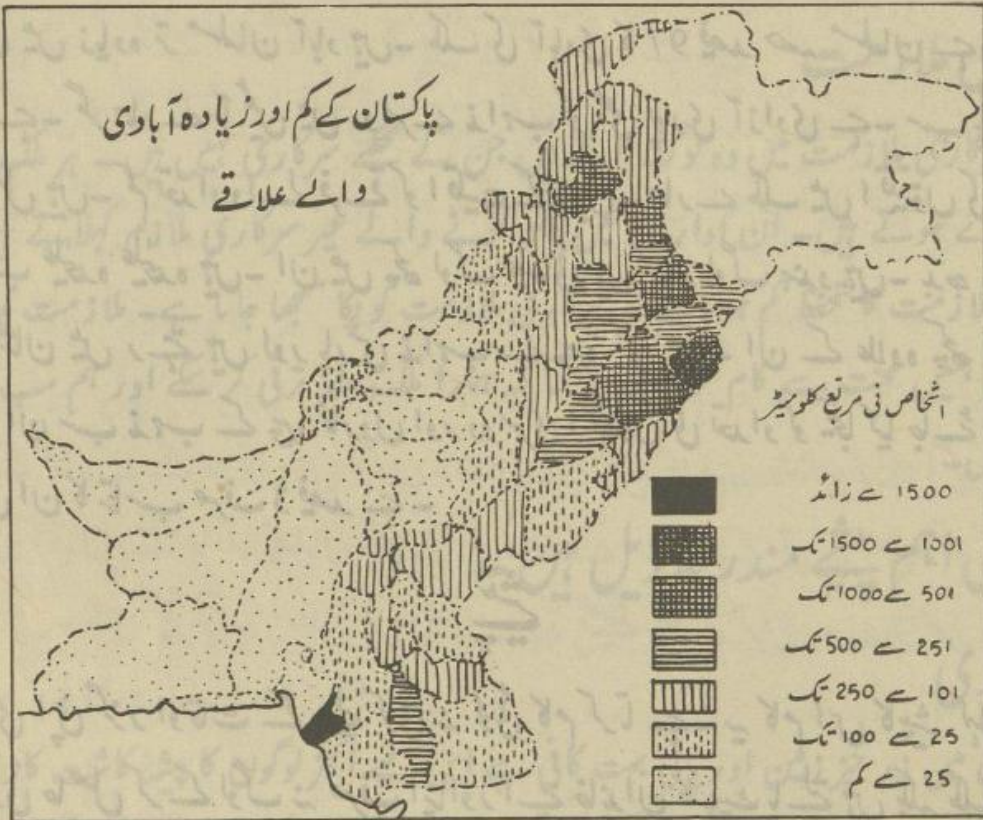
ہمارے ملک کی آبادی تقریباً 12 کروڑ ہو چکی ہے۔

دیہی اور شہری آبادی

صنعتی علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں بظاہر زیادہ آبادی نظر آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی بیشتر آبادی اب بھی دیہات میں رہتی ہے اور کھیتی باڑی کرتی ہے۔ ہمارے ملک کی کل آبادی کا 70 فیصد حصہ دیہات میں اور 30 فیصد حصہ شہروں میں رہتا ہے۔

خواندہ اور ناخواندہ آبادی

خواندہ پڑھے لکھے شخص اور ناخواندہ ان پڑھ شخص کو کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ناخواندہ افراد کی

اکثریت ہے۔ 1981ء کی مردم شماری کے مطابق ہمارے ملک کی ناخواندہ آبادی 74 فیصد اور خواندہ آبادی 26 فیصد تھی۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت ہمارے ملک کی ناخواندہ آبادی 66 فیصد اور خواندہ آبادی 34 فیصد ہے۔

مذہب

پاکستان میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں۔ ملک کی آبادی کا 97 فیصد حصہ مسلمان ہے۔ یہاں سرکاری مذہب اسلام ہے۔ مگر ہمارے آئین میں دوسرے مذاہب کو بھی پوری آزادی ہے۔ سب پاکستانیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ کم تعداد والے فرقے کو اقلیّت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اقلیتوں کی آبادی کم ہے۔ ان کے مذاہب علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں۔ ان میں کچھ لوگ عیسائی ہیں، کچھ لوگ ہندو ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی پاکستان میں رہتے ہیں اور پارسی مذاہب کے پیرو بھی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی دوسری اقلیتیں ہیں۔ ان سب مذہب کے پیروکاروں اور دوسری اقلیتوں کی تعداد کو یکجا کیا جائے تو ہمارے ملک کی کل آبادی میں ان کا تناسب صرف 3 فیصد ہے۔

پیشے

ہر آدمی اپنی گزر اوقات کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے۔ یہ کام اس کا پیشہ کہلاتا ہے۔ مختلف پیشوں سے آمدنی حاصل کر کے لوگ نہ صرف اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتے ہیں بلکہ ملک کی خوشحالی اور ترقی میں بھی ہاتھ بٹاتے ہیں۔ جیسے جیسے کوئی ملک ترقی کرتا ہے، وہاں پیشوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔ پیشہ ور لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں جو کسی خاص قسم کی تعلیم لیتے ہیں یا کسی ماہر کے ساتھ مل کر کئی برس کام کر کے اس کام کو خوب اچھی طرح سیکھ لیتے ہیں، ایسے ہنرمند لوگوں کو پیشہ ور کہا جاتا ہے۔ جو کسی کام کی تعلیم و تربیت حاصل نہیں کرتے، انھیں غیر ہنرمند پیشہ ور کہا جاتا ہے۔ ہنرمند لوگ زیادہ تنخواہ پاتے ہیں، مگر غیر ہنرمند لوگوں کو کم اجرت ملتی ہے۔ مثال کے طور پر مکان بنانے والا کاریگر جسے عام زبان میں راج یا راضا کہا جاتا ہے، ایک ہنرمند پیشہ ور ہے۔ مگر اس کے ساتھ کام کرنے والا جو اس کو سیمنٹ کی تگاری یا اینٹیں پکڑاتا ہے وہ غیر ہنرمند پیشہ ور ہے۔ دونوں کی اجرت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ہر آدمی کو کوشش کر کے کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ لینا چاہیے۔ پیشہ ور اور غیر پیشہ ور لوگ یا تو سرکاری ملازمت کرتے ہیں یا غیر سرکاری یعنی نجی اداروں میں ملازمت کرتے ہیں۔

سرکاری ملازمت

سرکاری ملازمت میں آنے والے لوگ وہ کام کرتے ہیں جن کا انتظام صرف سرکار ہی کر سکتی ہے۔ مثلاً فوج کی ملازمت، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ملازمت، عدالتوں کی ملازمت، نہریں اور سڑکیں بنانے والے محکموں کی ملازمت، محکمۂ تعلیم اور محکمۂ صحت کی ملازمت وغیرہ وغیرہ۔

غیر سرکاری ملازمت

غیر سرکاری ملازمت میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے محکمے سرکاری نہیں ہیں۔ ہر ملک میں بڑے بڑے تجارتی ادارے ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں کام کرنے والے غیر سرکاری ملازم کہلاتے ہیں۔ غیر سرکاری ملازمت میں ملازمت کا تحفظ کم ہوتا ہے۔ سرکاری ملازمت کو پکا سمجھا جاتا ہے۔ ملازمت چاہے سرکاری ہو یا غیر سرکاری ہمیں محنت سے کام کرنا چاہیے تاکہ ہمارا ملک جلد ترقی کر سکے اور ہم سب رزقِ حلال کے عادی بن جائیں۔

پاکستان میں اہم پیشے مندرجہ ذیل ہیں۔

کاشت کاری

پاکستان میں زرخیز زمین اور پانی بہت کافی ہے اس لیے اکثر لوگوں کا پیشہ کاشت کاری ہے۔ ہمارے کسان بڑے محنتی ہیں وہ دن رات محنت کر کے ہمارے لیے غلہ پیدا کرتے ہیں۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے خواتین بھی کھیتی باڑی میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ کھیتوں میں کام کرنے والوں کا تمام خاندان اس میں ہاتھ بٹاتا ہے۔ گھر کے جتنے لوگ کسان کے ساتھ مل کر کام کریں گے اس کی فصلیں زیادہ پیداوار دیں گی اور کسان خوشحال ہوں گے۔ ان کے ساتھ دیہات میں لوہار، کمہار اور جولاہے بھی رہتے ہیں۔ لوہار لوہے کا کام کرتا ہے اور کسانوں کے اوزاروں کی مرمت کرتا ہے۔ کمہار مٹی کے برتن بناتا ہے اور جولاہا گاؤں کے لوگوں کے لیے کپڑا بُنتا ہے۔

محنت مزدوری

شہروں میں کارخانے اور فیکٹریاں ہوتی ہیں جن میں مشینیں لگی ہوتی ہیں۔ ان میں ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں۔ دیہات سے بہت لوگ آکر یہاں کارخانوں میں کام کرنے لگتے ہیں۔ ان سب کو مزدور یا

محنت کش کہتے ہیں۔ شہروں میں لوگ دوسرے پیشے بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً عمارتیں اور فرنیچر بنانا، بسوں اور موٹروں کی مرمت کرنا، جوتے بنانا وغیرہ۔ تعلیم یافتہ لوگ درس وتدریس، ڈاکٹری، انجینئرنگ یا وکالت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔

دستکاری

جو لوگ ہاتھ سے اچھے اچھے کام کرتے ہیں ان کو دستکار کہتے ہیں۔ سندھ میں کپڑے پر شیشے کا کام ہوتا ہے۔ پنجاب میں کاریگر لنگیاں اور کھیس بناتے ہیں، لکڑی کا مختلف سامان بناتے ہیں۔ مٹی کے برتنوں پر روغن کرتے ہیں۔ پشاور میں کلاہ بناتے ہیں اور جوتوں پر زردوزی کا بہت اچھا کام کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ دستکار ہیں۔

ماہی گیری

سمندر کے کنارے کے علاقوں میں لوگوں کا خاص پیشہ مچھلی پکڑنا ہے۔ جس کو ماہی گیری کہتے ہیں۔ یہ لوگ سمندر میں کشتیاں لے جا کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ہمارے ساحل کے قریب اعلیٰ قسم کی مچھلیاں اور جھینگے بہت ملتے ہیں۔ ماہی گیر لوگ سمندر میں مچھلیاں اور جھینگے پکڑ کر کراچی بندر پر سرد خانوں میں رکھ دیتے ہیں اور ان کو فروخت کر کے روزی کماتے ہیں۔

باغبانی اور پھل فروشی

پھلوں کی فروخت اور باغات کی نگرانی بھی ایک پیشہ ہے۔ ہمارے ملک کے زرخیز علاقوں میں باغات کثرت سے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور پھلوں کی فروخت سے بہت لوگ روزی کماتے ہیں۔ بعض لوگ ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں جہاں پھلوں کا رس نکالا جاتا ہے یا پھلوں کو ڈبوں میں بند کیا جاتا ہے۔

کان کنی

بلوچستان اور پوٹھوہار کے علاقے میں کانیں ہیں جہاں لوہا، کوئلہ اور دوسری معدنیات نکلتی ہیں۔ جو لوگ کانوں میں کام کرتے ہیں ان کو کان کن کہتے ہیں۔ یہ لوگ زمین کے اندر جا کر کانوں میں کام کرتے ہیں۔ کان میں روشنی کرنے کے لیے ان کے سر پر ایسی ٹوپیاں ہوتی ہیں جن میں ٹارچ لگی ہوتی ہے۔

پاکستان میں لوگوں کی زبان، لباس اور رہن سہن کے طریقے

زبان

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک کی قومی زبان اردو ہے۔ اس لیے ہر پاکستانی اردو بولنا، پڑھنا اور لکھنا سیکھتا ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں اردو کو لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے۔ مختلف صوبوں میں اردو کے علاوہ علاقائی زبانیں بھی بولی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ صوبۂ سندھ میں سرکاری دفاتر میں اردو اور سندھی کے علاوہ زیادہ کام انگریزی میں ہوتا ہے۔ سندھی کے علاوہ سندھ میں گجراتی اور سرائیکی بھی بولی جاتی ہے۔ صوبۂ پنجاب میں سرکای دفاتر میں تمام کارروائی انگریزی اور اردو میں ہوتی ہے مگر لوگ بات چیت پنجابی میں کرتے ہیں۔ جنوبی پنجاب میں عام طور پر سرائیکی بولی جاتی ہے۔ صوبۂ سرحد کی زبان پشتو اور ہندکو ہے۔ بلوچستان میں بلوچی، پشتو اور براہی بولی جاتی ہے۔ ان زبانوں میں ادب، شاعری اور تاریخ سب کچھ ہے۔

لباس

پاکستان کے مختلف صوبوں کے لباس میں تھوڑا سا فرق ہے مگر عام طور پر شہروں میں مرد شلوار اور قمیض پہنتے ہیں۔ ٹوپی کے علاوہ سروں پر صافہ باندھتے ہیں۔ ہر صوبے میں صافہ باندھنے کا ایک علیٰحدہ مخصوص طریقہ ہے۔ شہروں میں عورتیں عام طور پر شلوار اور قمیض یا ساڑی استعمال کرتی ہیں۔ پارسی عورتیں صرف ساڑی استعمال کرتی ہیں۔ شہروں میں زیادہ تر لوگ مغربی طرز کا لباس استعمال کرتے ہیں۔ چھوٹے شہر اور دیہات میں اس علاقے کا مخصوص لباس پہنا جاتا ہے۔ سندھ میں عورتیں بے حد خوبصورت ریشم اور شیشے کا کام کیے ہوئے لمبے کرتے اور اوڑھنی استعمال کرتی ہیں۔ مرد کاندھے پر اور عورتیں سروں پر ایک پھول دار چادر ڈالے رکھتی ہیں جس کو اجرک کہا جاتا ہے۔ پنجاب کے دیہات میں مرد عام طور پر شلوار کے بجائے لنگی باندھتے ہیں ۔ صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں سرد موسم میں گرم چادر اور گرم ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔ ہر صوبے کے بچے اپنے مختلف لباسوں میں بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔

رہن سہن کے طریقے

پاکستان ایک ملک ہے اور پاکستانی ایک متحد قوم ہیں۔ یہاں کے باشندوں کے رہن سہن کے طریقے بھی زیادہ تر یکساں ہیں۔ البتہ علاقائی آب و ہوا، پیداوار اور رسم و رواج کی وجہ سے ان میں معمولی فرق

ہے۔ خاص طور پر شہری اور دیہاتی زندگی میں البتہ نمایاں فرق ہے۔ شہروں میں لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں رہتے ہیں۔ ان کو موجودہ زمانے کی سب سہولتیں اور آسائشیں میسر ہیں۔ دیہات میں رہن سہن کا طریقہ اب بھی وہی ہے جو آج سے سینکڑوں سال پہلے تھا۔ موجودہ حکومت، دیہات میں بھی زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔

ملک میں اہم تہوار، شادی بیاہ کے طریقے اور عبادت کے طریقے مسلمانوں میں یکساں ہیں۔ عید کے موقعے پر پورے ملک میں ایک سی خوشی منائی جاتی ہے۔شادی کے موقع پر کچھ علاقائی رسموں کے علاوہ نکاح کا مذہبی طریقہ ایک ہی ہے۔ جلسوں اور تقریبات میں خوشی کے مظاہرے اور کھانے بھی ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ علاقائی رہن سہن کے طریقوں میں فرق ہونے کے باوجود پوری قوم اپنے رہن سہن اور طریقِ زندگی میں بڑی حد تک یکساں ہے۔

مشہور شہر

پاکستان کے مشہور شہر کراچی، لاہور، فیصل آباد، حیدر آباد، پشاور، کوئٹہ، ملتان، راولپنڈی اور اسلام آباد ہیں۔

کراچی

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ پہلے کراچی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اب یہ پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی اور صنعتی مرکز ہے۔

یہاں کا ہوائی اڈا دنیا کے مشہور ہوائی اڈوں میں سے ہے۔ اس شہر میں پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے ہوٹل ہیں اور عالی شان عمارتیں ہیں۔ اس شہر میں قائد اعظمؒ کا مقبرہ دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ شہر صنعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ تعلیمی لحاظ سے بھی اس شہر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ صوبۂ سندھ کا صدر مقام ہے۔

لاہور

لاہور پاکستان کے قدیم شہروں میں سے ہے اور صوبۂ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کو مسلمانوں کی حکومت کے زمانے میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں مغل بادشاہوں کے زمانے کی مشہور عمارتیں ہیں

جیسے شالا مار باغ، جہانگیر کا مقبرہ، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ وغیرہ۔ علامہ اقبالؒ کا مزار بھی لاہور میں ہے۔یہ شہر صنعتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ اس شہر میں ایک عظیم بزرگ ہستی کا مزار ہے، جنھوں نے اس شہر میں آکر اسلام کا بول بالا کیا، ان کا نام سید علی ہجویریؒ ہے مگر عام طور پر داتا گنج بخشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔اس شہر کی اہمیت یہ بھی ہے کہ فروری 1974ء میں دنیا کے اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس یہیں ہوئی تھی۔

فیصل آباد

دریائے راوی اور چناب کے درمیان فیصل آباد کا شہر رچنا دو آبے میں واقع ہے۔ یہ شہر انگریزوں کے دور میں پنجاب کے نہری علاقے میں آباد کیا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف کا علاقہ نہایت زرخیز اور گنجان آباد ہے۔ یہ پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے۔ یہاں صنعتوں کا بہت بڑا مرکز ہے۔ کپڑا بنانے کے بہت سے کارخانے اور ملیں ہیں۔ اس لیے اس شہر کو پاکستان کا "مانچسٹر" کہا جاتا ہے۔ فیصل آباد کے اردگرد کے علاقوں میں گندم کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس شہر کو پاکستان کا "وینی پگ" بھی کہا جاتا ہے۔ صنعتی شہر ہونے کا علاوہ یہاں اناج کی بہت بڑی منڈی ہے۔ تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے یہ شہر صوبے کے تمام شہروں سے سڑکوں اور ریلوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ ریل اور بسوں کے علاوہ یہاں ہوائی اڈا بھی ہے۔ اس شہر کا پرانا نام لائل پور تھا۔ اس کا موجودہ نام شاہ فیصل کے نام پر رکھا گیا ہے۔ یہاں ایک زرعی یونیورسٹی اور میڈیکل کالج بھی ہے۔

حیدر آباد

صوبۂ سندھ کا پرانا اور مشہور شہر ہے۔ حیدر آباد پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے۔ یہاں صنعتی کارخانے ہیں۔ یہاں لیاقت میڈیکل کالج، مہران انجینئرنگ یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی ہے۔ شیشے کے برتن اور چوڑیاں بنانے کی صنعت بہت مشہور ہے۔ یہاں ایک بہت پرانا قلعہ ہے۔

ملتان

یہ بھی پاکستان کے پرانے شہروں میں سے ایک ہے۔ اس نے بہت ترقی کی ہے۔ یہاں کے لوگ بہترین کاریگر اور ہنر مند ہیں۔ یہاں کے مٹی کے برتن، لیمپوں کے شیڈ، پھولدان اور لکڑی کے کھلونے

خاص طور پر مشہور ہیں۔ یہاں ایک بڑا بجلی گھر اور ایک میڈیکل کالج اور ایک یونیورسٹی بھی ہے۔

راولپنڈی

شہر راولپنڈی نے پاکستان بننے کے بعد کافی ترقی کی ہے۔ یہاں صنعتی کارخانے ہیں اور تیل صاف کرنے کا بھی ایک کارخانہ ہے۔ یہاں پاکستان کی برّی فوج کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس شہر میں ایک نہایت اچھا پارک ہے جو نیشنل پارک کہلاتا ہے اور یہ لوگوں کے لیے اچھی تفریح گاہ ہے۔ یہاں پر ایک ریلوے ورکشاپ اور ریلوے کے ڈبے بنانے کی فیکٹری بھی ہے۔

پشاور

پشاور صوبۂ سرحد کا صدر مقام ہے۔ بڑا پرانا اور تاریخی شہر ہے۔ شہر کے اردگرد بہت سے باغات ہیں جن میں وزیر باغ اور شاہی باغ مشہور ہیں۔ یہاں کا سب سے بڑا اور مشہور بازار قصہ خوانی بازار ہے۔ یہاں تین یونیورسٹیاں اور ایک میڈیکل کالج ہے۔ شہر سے کچھ فاصلے پر درۂ خیبر ہے جس کے راستے سے پرانے وقتوں کے حملہ آور ہندوستان میں آتے تھے۔ یہ راستہ پاکستان کو افغانستان سے ملاتا ہے۔

کوئٹہ

صوبۂ بلوچستان کا صدر مقام ہے۔ یہ ایک سرد اور صحت افزا مقام ہے۔ کوئٹہ پھلوں کی منڈی ہے۔ بلوچستان کا علیحدہ صوبہ بننے کے بعد کوئٹہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ یہاں ایک یونیورسٹی اور ایک میڈیکل کالج بھی ہے۔ ہوائی اڈا بھی ہے۔ کوئٹہ سے ایک ریلوے لائن ایران کو جاتی ہے۔ یہاں کا اسٹاف کالج دنیا کی مشہور فوجی درسگاہ ہے۔

اسلام آباد

راولپنڈی سے 15 کلو میٹر دور مری روڈ پر اسلام آباد ایک انتہائی خوبصورت اور پر فضا علاقے میں واقع ہے۔ یہ پاکستان کا دارالحکومت ہے اور یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ تمام شہر جدید طرز پر بنایا گیا ہے۔ سرکاری دفتروں کی عمارتیں خاص طور پر خوبصورت اور موجودہ طرز کی ہیں۔ اسلام آباد میں قائداعظمؒ یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی بھی ہے۔ اسلام آباد کے ہوائی اڈے کو اب خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یہاں پاکستانی بحریہ اور فضائیہ کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

سوالات

1 ------ مردم شماری سے کیا مراد ہے؟

2 ------ پاکستان کے لوگوں کے اہم پیشے کون کون سے ہیں؟

3 ------ کراچی اور لاہور کیوں مشہور ہیں ؟

عملی کام

1 ------ پاکستان کے نقشہ کے خاکے میں ان علاقوں میں رنگ بھریں جہاں آبادی زیادہ ہے۔

2 ------ پاکستان کے کسان، دستکار، محنت کش اور ماہی گیر کی تصویریں اخباروں یا رسالوں سے کاٹ کر اپنی کاپی میں چپکائیں۔

3 ------ پاکستان کے مختلف علاقوں کے بچوں کی تصویریں جمع کریں۔

نواں باب

وطن کی سلامتی

افواہیں پھیلانا

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ ملک کی سلامتی کا خیال رکھے۔ جو کام ملک کی سلامتی کے لیے نقصان دہ ہو وہ نہ خود کرے اور نہ دوسروں کو کرنے دے۔ افواہیں یا غلط خبریں پھیلانے سے ملک اور قوم کو بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ افواہیں لفظ افواہ کی جمع ہے۔ جس کا مطلب وہ خبر یا بات ہے جس کی کوئی تصدیق نہ کی گئی ہو۔ اس بات یا خبر کو کسی نے خود پڑھا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قابل اعتبار شخص یا ادارے سے سنا ہوتا ہے۔ افواہیں ہمیشہ من گھڑت ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں کوئی سچائی ہوتی ہے۔ اس لیے ملک کے دشمن ہمارے ملک میں طرح طرح کی غلط خبریں پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اگر عام لوگ ان کو صحیح سمجھ کر اثر لے لیں تو ملک کی سلامتی کو خطرہ ہو جاتا ہے۔ امن کا زمانہ ہو تو عوام کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لیے افواہیں پھیلائی جاتی ہیں۔ عوام کے مختلف گروہوں کے درمیان نفرت پیدا کی جاتی ہے تاکہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ جنگ کے زمانے میں کبھی ایسی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں کہ جن سے لوگوں کو اطمینان ہو اور وہ لڑائی کی تیاری سے بے خبر ہو جائیں یا ایسی خوفناک افواہیں پھیلائی جاتی ہیں کہ عوام میں خوف اور ڈر پھیل جائے۔

ملک کے اندر بعض ناسمجھ اور خود غرض لوگ دشمن کی پھیلائی ہوئی افواہوں کا اِدھر اُدھر ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے دشمن کی پھیلائی ہوئی خبریں ملک میں پھیل جاتی ہیں۔ اس سے ملک کو بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے اِدھر اُدھر سے اڑائی ہوئی افواہوں پر بالکل توجہ نہ دیجیے۔ جب کوئی خبر ملے تو یہ دیکھیے کہ خبر دینے والا کون ہے اور کیسا آدمی ہے۔ خبر قبول کرنے سے پیشتر یہ اطمینان کر لیجیے کہ خبر صحیح ہے یا دشمن کی اڑائی ہوئی ہے۔ اچھے شہریوں کو چاہیے کہ وہ افواہ پھیلانے والوں کو اس بری عادت سے باز رکھیں۔ اگر ملک،

قوم یا حکومت کے خلاف کوئی آدمی غلط خبریں پھیلا کر لوگوں کو بہکانا چاہتا ہے تو اس پر ہرگز یقین نہ کیجیے۔ افواہیں پھیلانے والوں سے ہمیشہ ہوشیار رہیے اور غلط خبریں سن کر کبھی دوسرے کے سامنے نہ دہرائیے۔

بیرونی حملے سے بچاؤ اور سلامتی

ہر شہری کو ملک اور قوم کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔ جب ملک کو باہر سے خطروں کا سامنا ہو تو ملک میں امن و امان ختم ہو جاتا ہے۔ ہر طرف خوف پھیل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں شہری آرام و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ ملک کی خوشحالی اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کو بیرونی خطرہ بھی نہ ہو اور ملک کے اندر امن و امان ہو۔ لوگوں میں اتحاد اور اتفاق ہو۔

ملک کی حفاظت اور اس کو بیرونی خطروں سے بچانا تو ہماری فوج کا کام ہے مگر عام شہری اگر اس کام میں ان کا ساتھ نہ دیں تو فوج کے لیے ملک بچانے کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ملک کے اندر امن وامان ہو اور لوگوں میں اتحاد ہو تو فوج کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے ملک کے بچاؤ کے لیے عام شہریوں پر بڑی ذمّے داری ہوتی ہے۔ ان کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے پیش آئیں۔ آپس میں اتفاق رکھیں۔ طاقت ور کمزور پر زیادتی نہ کریں، دولت مند لوگ غریبوں کی مدد کریں۔ کاروبار میں ایمانداری سے کام لیں اور ملک کے بچاؤ کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہیں۔ خود غرض لوگ ذاتی فائدے کے لیے آئے دن جھگڑے کھڑے کرتے رہتے ہیں یا توڑ پھوڑ کرتے ہیں یا حکومت کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اس کے علاوہ ہر شہری کو شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنا چاہیے تاکہ جنگ کے زمانے میں لوگوں کی مدد ہو سکے۔ لڑائی کے زمانے میں ہر آدمی اپنی اپنی جگہ اگر اپنی ذمّے داری پورے طور سے ادا کرے تو ملک کے بچاؤ میں فوج کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ملک کے لوگوں میں اتحاد ہو اور ملک سے محبت کا جذبہ ہو تو لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ عوام بھی ملک کے بچاؤ کے لیے ایک لوہے کی دیوار کی طرح مضبوط ہو جاتے ہیں۔ جو اس سے ٹکرائے اس کا ہی سر پھوٹے۔ ان حالات میں دشمن ملک پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

مُسلّح افواج

1947ء میں جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستان کی مسلح افواج کی تعداد بہت کم تھی۔ فوجی سامان بھی نہیں تھا۔ مگر ملک میں بہادر اور جیالے جوانوں کی کمی نہ تھی۔ رفتہ رفتہ پاکستان کی فوجی طاقت بڑھتی رہی۔

اب پاکستانی فوج کا دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے بچاؤ کا انتظام اتنا مضبوط ہے کہ کوئی دشمن ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

جو محکمہ ملک کے بچاؤ کے لیے ضروری انتظامات کرتا ہے اسے محکمۂ دفاع کہتے ہیں۔ یہ محکمہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہے۔ آج کل لڑائی تین محاذوں پر ہوتی ہیں۔ یعنی میدانوں میں برّی فوج لڑتی ہے، فضا میں ہوائی جہازوں کے ذریعے مقابلہ ہوتا ہے اور سمندر میں سمندری بیڑا لڑتا ہے۔ اس طرح فوج کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ پاکستانی افواج کے بھی تین حصے ہیں۔ 1۔ پاکستانی برّی فوج 2۔ پاکستانی فضائیہ 3۔ پاکستانی بحریہ۔ جو فوج میدان میں لڑتی ہے وہ "برّی فوج" کہلاتی ہے۔ جو سمندر میں لڑتی ہے وہ "بحریہ" کہلاتی ہے اور جو فضا میں لڑتی ہے وہ "فضائیہ" کہلاتی ہے۔

پاکستانی برّی فوج

پاکستانی برّی فوج کا صدر دفتر راولپنڈی میں ہے۔ فوج میں بھرتی، سامان جنگ کی تیاری اور خرید، فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی اور فوجیوں کی تربیت وغیرہ کا انتظام اسی دفتر سے ہوتا ہے۔ کاکول میں فوجی افسروں کی تربیت کے لیے اعلیٰ قسم کی اکیڈمی اور کوئٹہ میں اسٹاف ٹریننگ کالج ہے۔ پاکستانی برّی فوج کا سب سے بڑا افسر "چیف آف آرمی اسٹاف" کہلاتا ہے اور عام طور پر عہدے کے لحاظ سے وہ فوجی جنرل ہوتا ہے۔

پاکستانی فضائیہ

پاکستانی فضائیہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ فضائیہ کو ترقی دینا، ہوا بازوں کی بھرتی، تربیت اور فضائیہ کو لڑائی کے لیے تیار رکھنا اس دفتر کا کام ہے۔ نئے ہوا بازوں کی تربیت کا مرکز "رسالپور" میں ہے۔ فضائیہ کا سب سے بڑا افسر پاکستان ائیر فورس کا "چیف آف ایئر اسٹاف" کہلاتا ہے۔ عہدے کا نام ایئر چیف مارشل ہوتا ہے۔ فضائیہ لڑائی کے موقع پر بحری اور برّی فوجوں کی مدد کرتی ہے اور ملک پر دشمن کے فضائی حملوں کا مقابلہ کرتی ہے۔

پاکستانی بحریہ

ہمارا جنگی بحری بیڑا بہت مضبوط ہے۔ جب سمندر میں لڑائی ہوتی ہے تو بحری افوج اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ پاکستانی بحریہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ بحریہ کا سب سے اعلیٰ افسر "چیف آف نیول اسٹاف"

کہلاتا ہے اور اس کا عہدہ ایڈمرل یا امیر البحر کہلاتا ہے۔

شہری دفاع

پہلے زمانے میں فوجوں کے درمیان لڑائیاں میدانوں میں ہوتی تھیں اور وہیں فتح یا شکست کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب فوجیوں کے ساتھ شہری بھی لڑائی میں پھنس جاتے ہیں۔ ملک کے کارخانے' ریلوں کے پل' رہائشی مکانات حتیٰ کہ اسکول اور اسپتال تک ہوائی حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ فوج لڑائی کے میدان میں لڑتی ہے اب یہ عوام کی ذمّے داری ہے کہ وہ شہری دفاع میں فوج کا ساتھ دیں۔ شہری آبادی پر حملہ ہو تو زخمیوں کی مدد کریں' بموں سے آگ لگ جائے تو اس کو بجھانے کا انتظام کریں۔ لوگوں میں نظم و ضبط رکھیں۔ ہوائی حملے سے بچنے کی ترکیبیں کریں اور دوسروں کو بھی بتائیں۔ اہم مقامات کی حفاظت کریں اور ضرورت کے وقت معمولی ہتھیار بھی استعمال کریں۔ ان سب کاموں کے لیے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے سول ڈیفنس یا شہری دفاع کے نام سے ایک محکمہ قائم ہے' جس کی شاخیں ہر شہر میں ہیں۔ رضاکارانہ طور پر نوجوانوں کو شہری دفاع کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ تربیت امن کے زمانے میں بھی دی جاتی ہے تاکہ جب بھی لڑائی ہو نوجوان شہری دفاع کے لیے تیار ملیں۔ امن کے زمانے میں بھی شہری دفاع کے تربیت یافتہ نوجوان عوام کی خدمت کرسکتے ہیں۔ شہری دفاع کے لیے شہر کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بانٹ دیا جاتا ہے جن کو سیکٹر کہتے ہیں۔ ہر علاقے میں شہری دفاع کے لیڈر کو وارڈن کہتے ہیں۔ ان کے اوپر چیف وارڈن ہوتا ہے۔ شہری دفاع کا کام بڑی ذمّے داری کا ہے۔ یہ ادارہ قوم کی بڑی خدمت کر رہا ہے۔ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنا چاہیے۔

بارڈر سیکیورٹی فورس

ہمارے ملک کی سرحد بھارت' چین' افغانستان اور ایران سے ملتی ہے۔ بھارت کے ساتھ ہماری سرحد بہت لمبی ہے۔ بھارت ایک بہت بڑا ملک ہے جس کے پاس بہت سا اسلحہ ہے۔ اپنی سرحدوں کا تحفظ ہر ملک کا مقدّس فرض ہے۔ اس لیے پاکستان کی تمام سرحدوں پر بارڈر سیکیورٹی فورس کا عملہ دن رات چوکس رہتا ہے۔

رینجرز

رینجرز پنجاب اور سندھ میں ہیں۔ کیوں کہ پنجاب اور سندھ کا تمام تر علاقہ بھارت کی سرحد کے

ساتھ ہے۔ اس سرحد پر کوئی قدرتی رکاوٹ مثلاً پہاڑ یا سمندر نہیں ہیں۔ سندھ کے جنوبی حصے میں کہیں کہیں دلدل ہے ایسی سرحدیں عام طور پر اسمگلروں کی جنّت بن جاتی ہیں۔ رات کے اندھیروں میں اور سرحد بہت بڑی ہونے کے باعث بھی دشمن کے جاسوس اور اسمگلر ملک کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ دریاؤں کے راستے بھی سماج دشمن لوگ کسی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ رینجرز سرحدوں پر اور دریاؤں پر نظر رکھتے ہیں کہ کوئی اسمگلر یا جاسوس پاکستان کی سرحد میں داخل نہ ہو۔ مختلف جگہوں پر ان کے مختلف نام ہیں۔ مثلاً ستلج رینجرز، قاسم رینجرز وغیرہ۔ ان کی تنظیم فوج سے ملتی جلتی ہے۔ فوج کے افسران ان کے حاکم اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ان کا بڑا کام اسمگلروں کو پکڑنا اور اس اسمگلنگ کی لعنت کو ختم کرنا ہے۔ رینجرز کو شہروں میں نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے بھی بلایا جا سکتا ہے۔

کسٹمز

دورِ قدیم سے لوگ ایک دوسرے ملک میں جا کر تجارت کرتے چلے آئے ہیں۔ پہلے یہ تجارت زمینی راستوں، دریاؤں اور سمندری راستوں سے ہوتی تھی۔ مگر آج کل یہ تجارت ہوائی جہازوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے۔ غیر ملکی تجارت کا بڑا حصّہ آج بھی سمندی جہازوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ بندرگاہوں اور سڑکوں پر جہاں سے تجارتی قافلے داخل ہوتے تھے چوکیاں قائم کردی جاتی تھیں۔ قانون کے مطابق ہر آنے والی اور جانے والی اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی لی جاتی تھی۔ جن اشیاء کا ملک سے لے جانا اور اندر لانا قانون کے خلاف ہوتا تھا ان اشیاء کو ضبط کر لیا جاتا تھا اور مجرموں کو سزا ملتی تھی۔ آج بھی ہماری بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں پر کسٹم کا عملہ چوکس نظر آتا ہے۔ سرحدوں پر بھی یہ چوکیاں قائم کی جاتی ہیں۔ کسٹم کے عملے کے ذریعے حکومت کو کروڑوں کی آمدنی ہوتی ہے۔

اسکاؤٹ اور لیویز

پاکستان کے شمال اور مغرب میں کچھ علاقے بہت دشوار گزار ہیں۔ وہاں جانے کے لیے یا تو سڑک ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو بہت چھوٹی اور پتھریلی۔ وہاں کے خاص رسم رواج ہونے کی وجہ سے عام آدمی وہاں نہیں جاسکتا۔ صدیوں سے وہ لوگ اپنے فیصلے اپنے رسم و رواج کے مطابق کرتے ہیں۔ پاکستان کے شہری یا دیہاتی علاقوں میں اسلحہ رکھنے کے لیے حکومت کا اجازت نامہ چاہیے، مگر ان قبائلی علاقوں میں حکومت کے اجازت نامے کی ضرورت نہیں۔ ہر قبیلہ اپنے خاص رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کرتا

ہے۔ ان کے سردار بھی ہوتے ہیں جو جرگہ بنا کر وہاں کے فیصلے کرتے ہیں۔

عام نظم و ضبط کے لیے وہاں کے مقامی لوگوں کی فورس بنائی جاتی ہے۔ جسے اسکاؤٹس اور لیویز کہا جاتا ہے۔ اس فورس کے کارندے مقامی زبان کے علاوہ عام طور پر کوئی دوسری زبان نہیں جانتے۔ یہ لوگ بڑے سخت اور بہادر ہوتے ہیں۔ ان علاقوں میں مجرموں کو پکڑنا بھی ان کا کام ہے۔ اسکاوئٹس اور لیویز کا نام جس ایجنسی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نام کے ساتھ ہوتا ہے جیسے دیر اسکاؤٹس' باجور لیویز وغیرہ۔

ایف سی

سرحد بڑی مدت تک صوبہ نہیں تھا' اس کا بہت بڑا علاقہ پنجاب میں شامل تھا۔ قبائلی علاقوں میں عام قانون نہیں چلتا تھا۔ وہاں سخت ترین قوانین رائج تھے۔ اب سرحد ایک صوبہ ہے اور شہری علاقوں میں پاکستان کا عام قانون رائج ہے۔ مگر سرحدی قبائل میں اب بھی کچھ قوانین قدرے سخت ہیں اور وہاں کا نظم و نسق ایف سی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ عام طور پر سرحدی علاقے کے ہیں اور پشتو بولتے ہیں۔ حکومت پاکستان نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے ان کو کسی اور صوبے میں بھی بھیج سکتی ہے۔ آج کل ایف سی کے جوان سندھ میں تعینات ہیں۔ یہ لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔

فائر بریگیڈ

ہر بڑے شہر میں وہاں کی میونسپل کمیٹی کی زیر نگرانی فائر بریگیڈ کا محکمہ ہوتا ہے۔ کچھ بڑے محکمے جیسے ریلوے' واپڈا اور شہری ہوابازی کا محکمہ بھی اپنا فائر بریگیڈ رکھتے ہیں۔ اس عملے کے پاس پانی کی بڑی بڑی لال رنگ کی گاڑیاں اور بڑے بڑے پائپ ہوتے ہیں۔ جب یہ گاڑیاں کسی جگہ جاتی ہیں تو ان کا الارم بجتا رہتا ہے۔ لوگ ان کو راستہ دے دیتے ہیں۔ اس محکمہ کا عملہ آگ بجھانے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔ آگ بجھاتے ہوئے یہ ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں جس پر آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ ان کے پاس بڑی بڑی سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ آگ لگ جانے کی صورت میں فائر بریگیڈ کا عملہ فوراً وہاں پہنچ جاتا ہے۔ آگ کو بجھانا اور متاثر لوگوں کو اس جگہ سے جہاں آگ لگی ہو نکالنا ان کا فرض ہوتا ہے۔ اور یہ اس کام میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

قومی رضاکار

عام طور پر رضا کار ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بغیر معاوضہ اپنی مرضی سے کوئی خدمت انجام دیں

اور قومی رضا کار وہ لوگ ہیں جو اپنی خدمات رضاکارنہ طور پر قومی خدمت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ ضروری تربیت بھی حاصل کرتے ہیں یہ ایک قابلِ تعریف جذبہ ہے۔

قومی رضاکاروں کی تربیت کے لیے پولیس کا ایک علیٰحدہ عملہ ہے جو براہِ راست پولیس کے ماتحت ہے۔ قومی رضاکار اسکیم پولیس کی امداد کے لیے بنائی گئی ہے۔ پولیس کی ذمّے داریاں بہت زیادہ ہیں اور عملہ کم ہے۔ جب امن و امان خطرے میں ہو تو پولیس پر کام کا بہت زیادہ دباؤ ہو جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر یا اسی قسم کے دوسری قومی خدمت کے لیے قومی رضاکار اسکیم پر عمل ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے وردی بھی دی جاتی ہے۔ شانے پر بجائے "پولیس" کے قومی رضا کار لکھا ہوا ہوتا ہے۔ پولیس کے تمام قاعدوں پر ان کو عمل کرنا پڑتا ہے۔ مگر معاوضہ برائے نام ملتا ہے۔ رضاکاروں کے علاقائی افسر کو ڈسٹرکٹ کمانڈر کہتے ہیں جو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے۔ اس کے ماتحت کمپنی کمانڈر، پلاٹون کمانڈر اور سیکشن کمانڈر ہوتے ہیں جن کے عہدے انسپکٹر، سب انسپکٹر اور اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ قومی رضاکار ملک کی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مختلف سرکاری محکموں سے تعاون

حکومت انتظامی سہولت کے لیے ملک کے اُمور کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ یہ شعبے وزیروں کے سپرد کیے جاتے ہیں، جن کی نگرانی میں مختلف محکمے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے تعاون کے بغیر کام نہیں کر سکتے۔ کچھ لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں، کسان مال گزاری دیتا ہے، صنعت کار اپنے نفع میں سے کچھ ٹیکس دیتا ہے۔ یہ سب سرمایہ مل کر قومی خزانہ کہلاتا ہے۔ اگر ہم سب لوگ اپنی ذمّے داریاں پورے طور پر انجام دیں تو حکومت کو ملکی نظام چلانے میں دشواری نہیں ہوگی۔ ہم کو حکومت کے تمام محکموں سے تعاون کرنا چاہیے ۔ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمّے داریاں پوری کریں۔ مثلاً محکمۂ صحت یہ اپیل کرتا ہے کہ لوگ گندگی نہ پھیلائیں، سڑی گلی چیزیں نہ کھائیں خوارک میں ملاوٹ نہ کریں، مہلک مرض میں مبتلا مریضوں کی اطلاع محکمۂ صحت کو دیں۔ ان سب باتوں میں اگر ہم محکمے سے تعاون کریں تو ظاہر ہے فائدہ ہم کو ہی ہوگا۔ ملک کے قوانین کی پابندی کر کے ہم پولیس کے محکمے سے تعاون کر سکتے ہیں۔ اس طرح ٹیکس بروقت ادا کر کے محکمۂ مال سے تعاون کر سکتے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو سرکاری محکموں سے تعاون کر کے ہم اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

پولیس سے تعاون

پولیس کا محکمہ شہریوں کی حفاظت کرتا ہے اور چوروں، ڈاکوؤں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دلواتا ہے۔ پولیس کا محکمہ، صوبائی حکومت کے ماتحت ہوتا ہے۔ پولیس کے افسر اعلیٰ کو انسپکٹر جنرل پولیس کہا جاتا ہے۔اس کے ماتحت افسران اور کانسٹبلوں کا بڑا عملہ ہوتا ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں جرائم کی تفتیش کرتا ہے۔ ٹریفک پولیس سڑکوں پر ٹریفک کی نگرانی کرتی ہے اور ریلوے پولیس، محکمۂ ریلوے میں اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ پولیس عوام کی دوست ہے اور ہر شہری کی حفاظت کرتی ہے۔ ہم کو پولیس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ پولیس کے ساتھ سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ سب لوگ قانون کی پابندی کریں اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے جو ہدایات پولیس دے اس پر عمل کریں۔ نہ خود قانون کی خلاف ورزی کریں اور نہ دوسرے کو کرنے دیں۔ اگر کوئی شہری قانون شکنی کرے تو اس کی اطلاع پولیس کو دیں۔ملک دشمن لوگوں اور ناجائز کاروبار کرنے والوں کے متعلق جب بھی کچھ معلوم ہو تو پولیس کو مطلع کریں۔ ٹریفک کے قواعد کی پابندی کریں۔ اسی میں ہمارے مال و جان کی سلامتی ہے۔

ٹریفک کے قواعد

آج کل کے دور میں سڑکوں پر آمد و رفت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ذرا سی لا پرواہی سے دن میں کتنی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ٹریفک کے قواعد کو سیکھ کر اور ان پر عمل کر کے ہم بہت سے حادثوں سے بچ سکتے ہیں۔ روز مرّہ کی زندگی میں ہم دن رات سڑکوں پر چلتے رہتے ہیں۔ کئی دفعہ سڑکوں کو پار بھی کرنا پڑتا ہے۔ ٹریفک کے قواعد کے مطابق ہمیں ہمیشہ فٹ پاتھ پر چلنا چاہیے۔ جہاں فٹ پاتھ نہ ہوں وہاں سڑک کی دائیں جانب چلنا چاہیے۔بڑے شہروں میں سڑکوں پر ٹریفک کو لال، پیلی اور ہری بتیوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جب لال بتی ہو تو ٹریفک رک جاتا ہے۔ پیلی بتی تیار رہنے کی علامت ہے اور ہری بتی ہونے پر ٹریفک آگے بڑھتا ہے۔ کئی شہروں میں پیدل چلنے والوں کو بھی بتیوں کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ اگر بتی لال ہو تو یہ رکنے کی علامت ہے اور اگر ہری بتی ہو تو لوگ آگے بڑھ سکتے ہیں۔یہ بتیاں عام طور پر سڑک پار کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جہاں اس قسم کی بتیاں نہ ہوں تو سڑک پار کرنے کے لیے زیبرا کراسنگ پر چلنا چاہیے۔ سڑکوں پر سفید اور کالے رنگ سے بڑی بڑی پٹیاں بنادی جاتی ہیں۔ ان سفید اور کالی پٹیوں والی جگہ کو زیبرا کراسنگ کہتے ہیں۔ اگر بتی لال ہو یا سپاہی نے رکنے کا اشارہ کیا ہو تو وہاں کاریں وغیرہ زیبرا

کراسنگ سے تھوڑا پیچھے رک جاتی ہیں۔ اس لیے زیبرا کراسنگ پر چلنا محفوظ ہوتا ہے۔ سڑک پار کرنے سے پہلے اپنی دائیں اور بائیں جانب اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہیے۔ ٹریفک کے قواعد اس لیے بنائے گئے ہیں کہ لوگ حادثوں سے بچے رہیں۔ ہمیشہ ٹریفک کے قواعد کے پابندی کرنا چاہیے اور ان قواعد کے متعلق دوسروں کو بھی بتانا چاہیے۔ ان قواعد کی پابندی کر کے ہم اپنے آپ کو اور دوسروں کو حادثوں سے بچا سکتے ہیں۔ جن سڑکوں کے نزدیک اسپتال ہوں وہاں ہارن بجانا منع ہوتا ہے۔ اسکولوں کے قریب گاڑی آہستہ چلانی چاہیے تاکہ بچوں کو سڑک پر چلنے یا پار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ پولیس کے محکمے نے ٹریفک کے قواعد پر ایک کتاب شائع کی ہوئی ہے ہر شہری کا فرض ہے کہ اس کتاب کو پڑھے۔

ملک کی سلامتی اور بقا کی لیے طلباء کی ذِمّے داریاں

ہر پاکستانی کا فرض کہ وہ اپنے وطن سے محبت کرے اور اس کی سلامتی اور بقا کے لیے ہر وقت کوشش کرتا رہے۔ طلباء کو بھی اپنے وطن سے اسی طرح محبت ہوتی ہے جیسے بڑی عمر کے لوگوں کو ہوتی ہے۔ طلباء اور نوجوانوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہمارا ملک کس نظریہ کے تحت قائم ہوا ہے؟ اور اس کی سلامتی اور ترقی کے لیے وہ کیا کر سکتے ہیں۔ جو بچے پرائمری اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ کل ہائی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہنچیں گے اور کچھ عرصے بعد اپنی قوم کے بزرگوں کی جگہ لے کر اچھے شہری بنیں گے۔ ان کو چھوٹی عمر سے ہی شہری زندگی کو بہتر بنانے کے کاموں میں حصہ لینا چاہیے مثلاً ہمارے طلباء اپنے گھر اور اسکول اور اپنے کلاس روم کی صفائی کی ذمّے داری لے لیں اور خود یہ کام کریں۔ اپنی گلی کو بھی صاف رکھنے کی کوشش کریں۔ ان باتوں پر معمولی توجہ سے یہ سب مقامات صاف اور ستھرے نظر آنے لگیں گے اور گندگی کے نقصانات سے سب لوگ محفوظ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ گرمیوں کی چھٹیوں میں یا خالی وقت میں اپنے ہی پڑوس میں یا کسی قریب کے گاؤں میں جا کر اَن پڑھ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں اور علم کی روشنی پھیلائیں۔ جہالت ہماری ترقی کے راستے میں حائل ہے اس کو دُور کرنے کے لیے طلباء کی خدمات بڑی کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

اسکاؤٹ اور گرل گائیڈ بن کر طلباء اور طالبات، غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کر سکتے ہیں۔ کالجوں میں فوجی تربیت کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ جوان ہونے پر شہری دفاع کی تربیت اور فوجی ٹریننگ حاصل کریں۔ لڑائی کے زمانے میں متاثر ہونے والوں کے لیے ضروری سامان جمع کریں۔ زخمیوں اور مریضوں کی

مدد کرنے کے لیے خون کا عطیہ دیں۔ اس سے اپنی تندرستی بھی خراب نہیں ہوتی اور دوسرے انسانوں کی جانیں بچ جاتی ہیں۔ جوان طلباء کے لیے یہ بڑی اونچی اور قابلِ تعریف قربانی ہے۔ زندہ قوموں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کا کوئی فرد قوم کے لیے قربانی دینے سے دریغ نہ کرے۔

سوالات

1 ----- افواہیں پھیلانے سے ملک اور قوم کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟

2 ----- پولیس سے تعاون کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

3 ----- ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے طلباء کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں؟

عملی کام

1 ----- پاکستانی افواج کی جو تصویریں اخباروں میں چھپیں۔ ان کو کاٹ کر البم بنائیں۔

2 ----- ٹریفک کے قواعد سیکھیں۔

3 ----- اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن کا پورا پتا اپنی کاپی میں درج کریں۔

دسواں باب

ہمارے ملک کا انتظام

وفاق اور صوبے

پاکستان اپنے رقبے کے لحاظ سے ایک بڑا ملک ہے۔ درۂ خنجراب سے لے کر کیماڑی تک ایک لمبا فاصلہ ہے۔ اتنے بڑے ملک کا نظم و نسق چلانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس لیے انتظامی طور پر پاکستان کو چار صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔

1- صوبہ پنجاب 2- صوبہ سندھ 3- صوبہ سرحد 4- صوبہ بلوچستان.

ہر صوبے کا صوبائی سربراہ گورنر ہوتا ہے اور انتظامی سربراہ وزیر اعلیٰ ہے۔ ہر صوبے کو کئی ڈویژنوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن کا انتظام کمشنر کے ماتحت ہوتا ہے۔ ہر ڈویژن کو کئی اضلاع میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر ضلع کا انتظام ڈپٹی کمشنر کے ذمّے ہوتا ہے۔ ہر ضلع کو سب ڈویژن اور تحصیلوں میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے جس کا حاکم اعلیٰ اسسٹنٹ کمشنر اور مختارکار ہوتا ہے۔ تمام صوبے اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار ہوتے ہیں۔ تاہم ملک کی سالمیت اور بہتر انتظام کے لیے کچھ محکمے ایسے بھی ہوتے ہیں جو وفاق کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس لیے تمام محکمے وفاق اور صوبوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ملکی سالمیت کو برقرار رکھنے اور انتظامی اُمور کو بہتر طور پر چلانے کے لیے صوبے اپنے کچھ اختیارات وفاق کو سونپ دیتے ہیں۔ جو محکمے وفاق کے ماتحت ہوتے ہیں ان کا تعلق پورے ملک سے ہوتا ہے اور جو محکمے صوبوں کے پاس ہوتے ہیں عام طور پر ان کا تعلق صوبوں کے معاملات سے ہوتا ہے۔

چند وفاقی محکمے

1- ڈاکخانہ جات	6- اُمور خارجہ
2- ریلوے	7- پاسپورٹ
3- دفاع	8- درآمد و برآمد
4- کسٹمز	9- مالیات
5- شہری ہوا بازی	

بچّو! آپ نے دیکھا مندرجہ بالا محکموں کا تعلق پورے ملک سے ہے۔ اس لیے یہ وفاقی محکمے ہیں۔ ان کا انتظام براہ راست وفاق کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

چند صوبائی محکمے

1- تعلیم	6- صحت
2- آبپاشی	7- سماجی بہبود
3- جنگلات	8- ایکسائز
4- سڑکیں	9- عدالتیں
5- پولیس	10- صوبائی انتظامیہ

ان محکموں کا تعلق صوبائی معاملات سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان محکموں کو صوبائی حکومت بہتر طور پر چلا سکتی ہے۔

چونکہ ملک کا اعلیٰ انتظام وفاق کے پاس ہوتا ہے اس لیے وفاق کے پاس بھی ہر محکمے کی وزارت ہوتی ہے تاکہ تمام صوبوں کی مناسب طور پر دیکھ بھال کی جاسکے اور عوام زیادہ سے زیادہ خوشحال ہوں اور اس طرح تمام صوبے یکساں ترقی کر سکیں۔

وفاق اور صوبوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے اور شہریوں کے حقوق اور فرائض متعین کرنے کے لیے ہر ملک میں آئین بنایا جاتا ہے۔ یہ آئین وفاق اور شہریوں کی آزادی کا پاسبان ہوتا ہے۔ آئین میں وفاق اور صوبوں کے تمام اختیارات کی حد بندی کی ہوتی ہے۔ شہریوں کے تمام حقوق کی ضمانت بھی آئین میں ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ وفاق' صوبے اور شہری اپنے اپنے حقوق کے اندر رہ

کر ملکی ترقی کا باعث بن سکیں اور ان کے باہمی تعلقات میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ آئین کی توقیر اور پابندی ہم سب پر لازم ہے۔

ملک کا آئین

بچو! آپ چاہے کلاس میں ہوں یا کھیل کے میدان میں آپ کو کچھ قاعدوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ یہ قاعدے آپ کے اسکول کا انتظام صحیح طور پر چلانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اسکول کے باہر بھی ہر ادارے اور محکمے کے انتظام کے لیے قوانین ہوتے ہیں۔ ہر تحصیل، ضلع یا ڈویژن کے لیے قوانین موجود ہیں۔اسی طرح پورے ملک کے انتظام کے لیے قوانین بنانے کے لیے جو بنیادی اصول بنائے جاتے ہیں' ان کے مجموعے کو ملک کا "آئین" یا "دستور" کہتے ہیں۔ اچھا آئین وہ ہوتا ہے جسے قوم کے نمائندے خود بنائیں۔ اس میں ہر شخص کے لیے آزادی اور جائز حقوق کی ضمانت ہو اور ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے مددگار ثابت ہو۔

ہمارا وطن پاکستان 1947ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کے انتظام کے لیے قوم کے نمائندوں کو اپنا نیا آئین بنانا چاہیے تھا مگر 9 برس تک ہمارا آئین نہ بن سکا۔ انگریزوں کا بنایا ہوا پرانا قانون ملک میں جاری رہا۔ آخر کار جب 1956ء میں ملک کا آئین بنا تو اس پر صرف ڈھائی سال تک ہی عمل ہو سکا۔ اس کے بعد جنرل ایوب خاں نے حکومت سنبھالی تو اس نے اپنی مرضی کا دوسرا آئین بنایا جو مارچ 1969ء تک نافذ رہا۔ اس آئین کو قوم کے نمائندوں نے نہیں بنایا تھا اس لیے ملک میں جمہوریت قائم نہ ہو سکی۔ جمہوریت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں قائم ہو۔ جو عوام کی بھلائی کے لیے کام کرے اور جس پر عوام کو بھروسا ہو۔

ملک کا نیا آئین

1972ء میں آئین کی تیاری کا کام ملک کی قانون بنانے والی اسمبلی کی ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ اس کمیٹی نے آئین کا مسودہ تیار کر کے اسمبلی کے سامنے پیش کیا جسے اسمبلی نے اتفاق رائے سے اپریل 1973ء میں منظور کر لیا۔ اس آئین پر اگست 1973ء سے عمل شروع ہو گیا۔

1973ء کے آئین کے مطابق ہمارے ملک کا پورا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ یعنی اس ملک میں اسلام کو برتری حاصل ہے اور حکومت جمہوری ہے۔ ہمارا آئین جمہوری' اسلامی اور وفاقی ہے۔ آئیے

دیکھیں کہ 1973ء کے آئین کی وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ہمارا ملک، اسلامی جمہوریہ اور آئین اسلامی، جمہوری اور وفاقی کہلاتا ہے۔

اسلامی

ہمارا ملک اور آئین، اسلامی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں اسلام کو برتری حاصل ہے۔ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ ملک کے صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہوں گے۔ ملک میں قانون بناتے وقت یہ خیال رکھا جائے گا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ حکومت نے قرآن پاک کی صحیح چھپائی کے لیے قانون بنایا ہے۔ مسلمان بچّوں کے لیے اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ حج ادا کرنے کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ غرض کہ ایسے انتظامات کیے گئے ہیں کہ مسلمان قرآن کریم کے احکامات اور رسول نبی کریمؐ کی سنّت اور ہدایت کے مطابق عمل کر سکیں۔

جمہوری

آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر، تحریر، تجارت اور پیشے کی پوری آزادی ہے۔ سب لوگوں کو یکساں قانونی حفاظت ہے۔ مذہب کی ہر فرد کو آزادی حاصل ہے۔ غیر مسلموں کو جو پاکستان میں رہتے ہیں ان کو پورے حقوق دیے گئے ہیں۔

وفاقی

وفاقی حکومت سے یہ مراد ہے کہ ملک کے مختلف صوبے اپنی اندرونی خود مختاری کے باوجود ایک مرکز کے تحت ایک قوم کی حیثیت سے یکجا رہیں۔ ہمارے ملک کے چار صوبے ہیں۔ سندھ، پنجاب، سرحد اور بلوچستان۔ ان سب صوبوں کی اپنی اپنی صوبائی اسمبلیاں اور حکومتیں ہیں۔ ان کو اپنے اندرونی معاملات میں پوری آزادی اور خود مختاری ہے۔ ان سب حکومتوں کے اوپر پورے ملک کی حکومت ہے۔ وہ ملک کی سلامتی اور بچاؤ کا انتظام کرتی ہے۔ بیرونی ملکوں سے تعلقات قائم کرتی ہے اور دوسری ذمّے داریاں بھی ہیں۔ ملک کی ترقی اور ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں پورے طور پر آپس میں تعاون کرتی ہیں۔

پارلیمنٹ۔ قومی اسمبلی اور سینیٹ

ہمارے ملک میں عوام کے منتخب نمائندوں کی جماعت کو "پارلیمنٹ" کہتے ہیں۔ اس کے دو ایوان ہیں۔ یعنی دو اسمبلیاں ہیں۔ ایک کو "قومی اسمبلی" کہتے ہیں اور دوسری کو "سینیٹ"۔ قومی اسمبلی کے دو سو سترہ (217) ممبر ہیں۔ جب انتخابات ہوتے ہیں تو عوام اپنے اپنے علاقے سے ووٹ دے کر ان ممبران کو منتخب کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی کی مدت پانچ سال ہوتی ہے۔ اپنے پہلے اجلاس میں قومی اسمبلی کے ممبر دو عہدے دار چنتے ہیں۔ جنھیں "اسپیکر" اور "ڈپٹی اسپیکر" کہتے ہیں۔ اسپیکر کی ذمّے داری یہ ہے کہ اجلاس کے دوران قومی اسمبلی کا کام صحیح طور پر چلائے۔ اسپیکر کی غیر موجودگی میں ڈپٹی اسپیکر یہ کام انجام دیتا ہے۔ انتظامی لحاظ سے قومی اسمبلی بہت اہم ہے۔ یہ قانون بناتی ہے۔ یا قانون میں بہتر ترامیم کرتی ہے۔ ملک کے انتظام کی نگرانی کرتی ہے۔ اس کے سامنے ملک کا بجٹ پیش ہوتا ہے۔

پارلیمنٹ کے دوسرے ایوان یعنی سینیٹ کے صرف 87 ممبر ہیں۔ ان کا انتخاب صوبائی اسمبلیوں کے ممبر کرتے ہیں۔ چاروں صوبوں کے نمائندوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ ہر صوبے کے 19 ممبر ہیں۔ باقی نمائندے خاص علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ فیڈرل ایریا کو بھی نمائندگی ملی ہے۔ سینیٹ بھی اپنے پہلے اجلاس میں دو اشخاص کو منتخب کرتی ہے۔ ایک کو "چیئرمین" اور دوسرے کو "ڈپٹی چیئرمین" کہتے ہیں۔ سینیٹ کو انتظامی اور نگرانی کے اختیارات نہیں ہیں۔ مگر قانون بنانے اور آئین میں ترمیم کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے برابر اختیارات ہیں۔

ملک کا صدر

آئین کے مطابق ملک کا ایک صدر ہے جو مملکت کا سربراہ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو، پاکستان کا شہری ہو اور 45 برس سے زیادہ عمر کا ہو۔ اس کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے نمائندوں کی مشترکہ ووٹنگ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ صدر کے عہدے کی مدت پانچ سال ہے۔

وزیرِ اعظم

وزیر اعظم پورے ملک کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔ اس کا انتخاب قومی اسمبلی کی ممبر کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں جس پارٹی کے ممبر تعداد میں زیادہ ہوں۔ اسی پارٹی کا لیڈر وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم

کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو، پاکستان کا شہری ہو اور عمر 35 سال سے کم نہ ہو۔

وفاقی کابینہ

ملک کے انتظامی معاملات میں وزیر اعظم کی مدد کے لیے وفاقی وزراء پر مشتمل ایک کابینہ ہے۔ وزراء کے ذمے مختلف محکموں کی نگرانی ہے۔ جیسے محکمۂ تعلیم، محکمۂ قانون، محکمۂ مالیات، محکمۂ دفاع، محکمۂ ریلوے، محکمۂ مواصلات، محکمۂ خارجہ، محکمۂ داخلہ، محکمۂ اطلاعات و نشریات اور محکمۂ مذہبی امور وغیرہ۔ وزراء کا تقرر وزیر اعظم کرتا ہے اور وہ اس وقت تک وزیر رہتے ہیں جب تک وزیر اعظم چاہے۔

سپریم کورٹ

ملک میں انصاف کی فراہمی کے لیے عدالتیں قائم کی جاتی ہیں۔ یہ عدالتیں تحصیل، ضلع اور صوبے کے صدر مقام میں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص کے خلاف چھوٹی عدالت فیصلہ کرے اور وہ اس سے مطمئن نہ ہو تو اس عدالت سے بڑی عدالت میں اپیل کر سکتا ہے۔ صوبے میں سب سے بڑی عدالت کو ہائی کورٹ کہتے ہیں۔ ان سب صوبائی عدالتوں کے اوپر ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے جس کو سپریم کورٹ کہتے ہیں۔

سپریم کورٹ کا ایک چیف جسٹس اور کئی جج ہوتے ہیں۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت کرتا ہے اور باقی ججوں کا تقرر چیف جسٹس کی رائے لے کر کیا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کا صدر مقام اسلام آباد ہے۔ اس کے علاوہ سپریم کورٹ کے اجلاس ان جگہوں میں بھی ہو سکتے ہیں جنھیں چیف جسٹس مقرر کرے۔

سپریم کورٹ ان اپیلوں کو سنتی ہے جو ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف ہوں اور جس کے لیے ہائی کورٹ اجازت دے دے۔ موت کی سزا کی اپیل بھی سنتی ہے۔ عام لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرنے کے علاوہ سپریم کورٹ صوبائی حکومتوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو اسے بھی طے کرتی ہے۔ وفاقی حکومت کو اگر کبھی کسی قانونی معاملے میں رائے لینی ہو تو وہ سپریم کورٹ سے مشورہ کرتی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے آخری ہوتے ہیں۔ پاکستان کی تمام عدالتیں اور حکومت سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی کرتی ہیں۔

وفاقی محتسب کا ادارہ

پاکستان میں سرکاری محکموں سے باز پرس کرنے کے لیے وفاقی محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ

ادارہ 1983ء میں قائم ہوا۔ اس کا نگراں وفاقی محتسب کہلاتا ہے۔

یہ ایک عدالتی ادارہ ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہاں ایک عام آدمی بھی کسی سرکاری محکمے سے متعلق اپنی شکایت آسانی سے داخل کرواسکتا ہے۔ شکایت داخل کرانے کی کوئی فیس بھی نہیں لی جاتی البتہ شکایت جائز ہو تو فوری تفتیش شروع کر دی جاتی ہے۔ فیصلے کی صورت میں سرکاری محکمے کو اپنی کارروائی درست کرنے کا پابند بنا دیا جاتا ہے۔

وفاقی محتسب کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔اس کے ذیلی دفاتر لاہور' کراچی' پشاور اور کوئٹہ میں ہیں۔

اس ادارے کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے صوبۂ سندھ میں بھی صوبائی محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ کسی بھی شہری کو صوبائی محکموں کے خلاف شکایت ہو تو وہ صوبائی محتسب کو انصاف کی لیے درخواست کر سکتا ہے اس کا دفتر کراچی میں ہے۔

سوالات

1 ------ آئین کسے کہتے ہیں؟

2 ------ ہمارے ملک کا موجودہ آئین کب تیار ہوا؟

3 ------ ملک کے آئین میں خاص خاص باتیں کیا ہیں؟

4 ------ ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کیوں کہلاتا ہے؟

5 ------ سپریم کورٹ کے متعلق پانچ جملے لکھیں۔

6 ------ وفاقی محتسب کے ادارے کی نمایاں خصوصیت کیا ہے؟

گیارہواں باب

آمدورفت، مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع

آمدورفت اور مواصلات کے ذرائع

ملک کی ترقی کے لیے آمدورفت اور مواصلات کے ذرائع محفوظ' آرام دہ اور موجودہ زمانے کے ضروریات کے مطابق ہونے چاہییں۔ تجارتی کاروبار بڑھ جانے کے وجہ سے پہلے کے مقابلے میں اب لوگ سفر زیادہ کرتے ہیں اور ایک علاقے کو تجارتی مال زیادہ مقدار میں بھیجا جاتا ہے۔ اندرونِ ملک کی آمدورفت کے علاوہ ملک کے باہر بھی سفر کی ضرورت اور سامان کی درآمد اور برآمد بڑھ گئی ہے۔ دوسرے ملکوں کے لوگ سیر و سیاحت کو آتے ہیں۔ ان سب ضروریات کی وجہ سے آمدورفت اور مواصلات کے ذرائع کی بہت اہمیت ہو گئی ہے۔

پاکستان میں آمدورفت اور مواصلات کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ریلوے۔ 2- سڑکیں اور بسیں۔ 3- ہوائی راستے اور ہوائی جہاز۔

4- سمندری جہاز۔ 5- ٹیلی کمیونیکیشن۔

ریلوے

پاکستان میں ریلوے بورڈ' وفاقی حکومت کے تحت ریلوے کے متعلق تمام معاملات مثلاً ریلوں کی آمدورفت اور ٹائم ٹیبل' مسافروں کے متعلق تمام اُمور' سامان کی خریداری' پلوں اور ریلوے لائن کی تعمیر' ریلوے ورک شاپ کی نگرانی' حادثات کی تفتیش وغیرہ کرتا ہے۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ اس کا چیئرمین ریلوے کی کارکردگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ پاکستان کے زرخیز علاقوں میں جہاں زمین ہموار ہے اور آبادی گنجان ہے۔ ریل کی پٹریاں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں' لیکن پہاڑی علاقوں میں ریلیں کم ہیں کیوں کہ ایسے علاقوں میں ریل کی پٹری بچھانا بہت مشکل کام ہے۔

پاکستان کی سب سے بڑی ریلوے لائن کراچی سے پشاور تک جاتی ہے۔ یہ لائن حیدر آباد، روہڑی، ملتان، لاہور، راولپنڈی ہوتی ہوئی پشاور جاتی ہے اس پر ڈیڑھ سو سے زیادہ چھوٹے بڑے اسٹیشن ہیں۔ لاہور ملک کا سب سے بڑا جنکشن ہے۔ یہاں ریلوے ورکشاپ بھی ہے جہاں ریل گاڑیاں تیار ہوتی ہیں۔

کراچی سے دوسری ریلوے لائن براستہ سکھر درۂ بولان سے گزر کر کوئٹہ جاتی ہے اور کوئٹہ سے ایک اور لائن لاہور کو جاتی ہے۔ کوئٹہ سے دو ریلوے لائنز پاکستان کی سرحد تک جاتی ہیں۔ ایک لائن چمن کو جاتی ہے جہاں افغانستان کی سرحد ہے۔ اس لائن کے ذریعے افغانستان سے خشک میوے اور پھل آتے ہیں۔ دوسری لائن ایران کے شہر زاہدان تک جاتی ہے۔ چوں کہ پاکستان کے تعلقات ایران اور ترکی سے برادرانہ ہیں اس لیے یہ تجویز ہے کہ یہ لائن ترکی تک پہنچا دی جائے۔ ملک کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے مسافر گاڑیوں اور مال گاڑیوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ تیز رفتار گاڑیاں چلائی گئی ہیں۔ جس میں کھانے کے سیلون علیحدہ ہیں۔ اعلیٰ درجے کے ڈبوں میں مشینوں کے ذریعے ٹھنڈک پیدا کی جاتی ہے۔ پاکستان ریلوے کو انتظامی سہولت کے لیے سات ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان کے صدر دفتر کراچی، سکھر، ملتان، لاہور، راولپنڈی، پشاور اور کوئٹہ میں ہیں۔ پاکستان میں کل 13000 کلو میٹر لمبی ریل کی پٹریاں ہیں۔ اوپر بیان کی گئی ریلوے لائنوں کے علاوہ لالہ موسیٰ سے خانیوال، ملتان سے راولپنڈی، لاہور سے ماڑی انڈس اہم لائنیں ہیں۔

چند اہم ریلوے اسٹیشن

پاکستان ریلوے کے سب اہم اسٹیشن کراچی، پشاور لائن پر واقع ہیں۔ ان میں کراچی، حیدر آباد، روہڑی، ملتان، لاہور، راولپنڈی اور پشاور بڑے اسٹیشن ہیں۔ بلوچستان میں کوئٹہ اہم اسٹیشن ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی

پاکستان میں مسافروں اور تجارتی مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے بسیں اور ٹرک بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس سروس کو روڈ ٹرانسپورٹ کہا جاتا ہے اس کی نگرانی اور انتظام کے لیے ایک ادارہ ہے جس کو "روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی" کہتے ہیں۔ اس ادرے نے بسوں کے ذریعے پورے علاقے میں آمدورفت کی آسانیاں بہم پہنچائی ہیں۔ یہی ادارہ روڈ ٹرانسپورٹ کی نگرانی کرتا ہے۔ کرایہ مقرر کرتا ہے۔ ٹرانسپورٹ سروس حکومت کی نگرانی میں بھی چلتی ہے جس کو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کہا جاتا ہے۔ اس

کے علاوہ زیادہ تر یہ کاروبار نجی کمپنیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

پکی سڑکوں میں سب سے قدیم اور مشہور سڑک تورخم سے براستہ پشاور، راولپنڈی، جہلم، گجرات اور لاہور کو جاتی ہے اور اس سے آگے واہگہ کے قریب بھارت میں داخل ہو کر کلکتہ تک جاتی ہے۔ یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔اس کو عام طور پر لوگ گرینڈ ٹرنک روڈ کے نام سے جانتے ہیں۔ ملک کی دوسری بڑی سڑک لاہور کو کراچی سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک ملتان، بہاولپور، صادق آباد، سکھر، خیرپور سے حیدر آباد ہوتی ہوئی کراچی براستہ ٹھٹّہ پہنچاتی ہے۔ حیدر آباد سے کراچی تک ایک بہت عمدہ اور دورویہ سڑک بنائی گئی ہے، جسے سپرہائی وے "شاہراہِ پاکستان" کہتے ہیں۔ یہ پاکستان کی بہترین سڑک ہے۔ حیدر آباد سے کراچی عام طور پر لوگ اسی راستے سے جاتے ہیں۔ کراچی کو کوئٹہ سے ملانے کے لیے ایک اور سڑک دادو، جیکب آباد ہوتی ہوئی کوئٹہ جاتی ہے۔ کراچی سے کوئٹہ تک ایک نئی سڑک بنائی گئی ہے جسے آر سی ڈی روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے بننے سے کراچی سے کوئٹہ کا فاصلہ کم ہوگیا ہے۔ پشاور سے ایک سڑک کوہاٹ اور بنّوں سے ہوتی ہوئی بلوچستان تک جاتی ہے۔ ان سڑکوں کے علاوہ اور بہت سی پکّی سڑکیں ہیں جو مختلف شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ ان سب سڑکوں پر بسیں، ویگنیں اور ٹرک ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں ریل گاڑی نہیں جاتی وہاں سفر کا واحد ذریعہ بسیں ہیں۔ مثلاً ایبٹ آباد، مری، نتھیا گلی، کاغان اور سوات وغیرہ کا سفر صرف بسوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔سندھ میں تھانہ بولا خان اور دادو کے دوسرے پہاڑی علاقوں میں صرف بس ہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میرپور خاص، سانگھڑ، بدین، نواب شاہ اور دوسرے علاقوں کے لیے بھی بس سروس ہے۔

ریلوں کی قلت اور جگہ کم ہونے کی وجہ سے کم فاصلے کا سفر عام طور پر لوگ بسوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ حکومت بس سروس کی طرف کافی توجہ دے رہی ہے۔ لوگوں کی سہولت کے لیے چوڑی سڑکیں بنائی جارہی ہیں۔اور بڑی آرام دہ بسیں چلائی جا رہی ہیں۔ اس طرح لمبے سفر کے لیے بھی بسیں مفید ثابت ہوں گی کیوں کہ اس سے وقت بچے گا اور فاصلہ کم ہوگا۔

پاکستان میں اس وقت تقریباً 120000 کلو میٹر لمبی سڑکیں ہیں جن میں تقریباً 57000 کلو میٹر سڑکیں اچھی قسم کی ہیں۔ صوبہ پنجاب اور سرحد کے ہر علاقے میں مسافروں اور سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے روڈ ٹرانسپورٹ موجود ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے پاکستان میں روڈ ٹرانسپورٹ کی خاص اہمیت ہے۔

ہوائی سروس

ہوائی جہاز سے سفر اب عام ہو گیا ہے۔ پاکستان میں اندرون ملک بڑے بڑے شہروں کے لیے ہوائی سروس موجود ہے۔ پاکستان کا دنیا کے تمام ممالک سے بھی ہوائی جہازوں کے ذریعے رابطہ قائم ہے۔ پاکستان کی اپنی ہوائی سروس ہے جس کو پی آئی اے کارپوریشن کہتے ہیں۔ پی آئی اے کے پاس دنیا کے مشہور اور جدید قسم کے ہوائی جہاز ہیں اور عملہ دنیا کے بہترین ہوائی عملے میں شمار کیا جاتا ہے۔ کراچی کا قائدِ اعظم
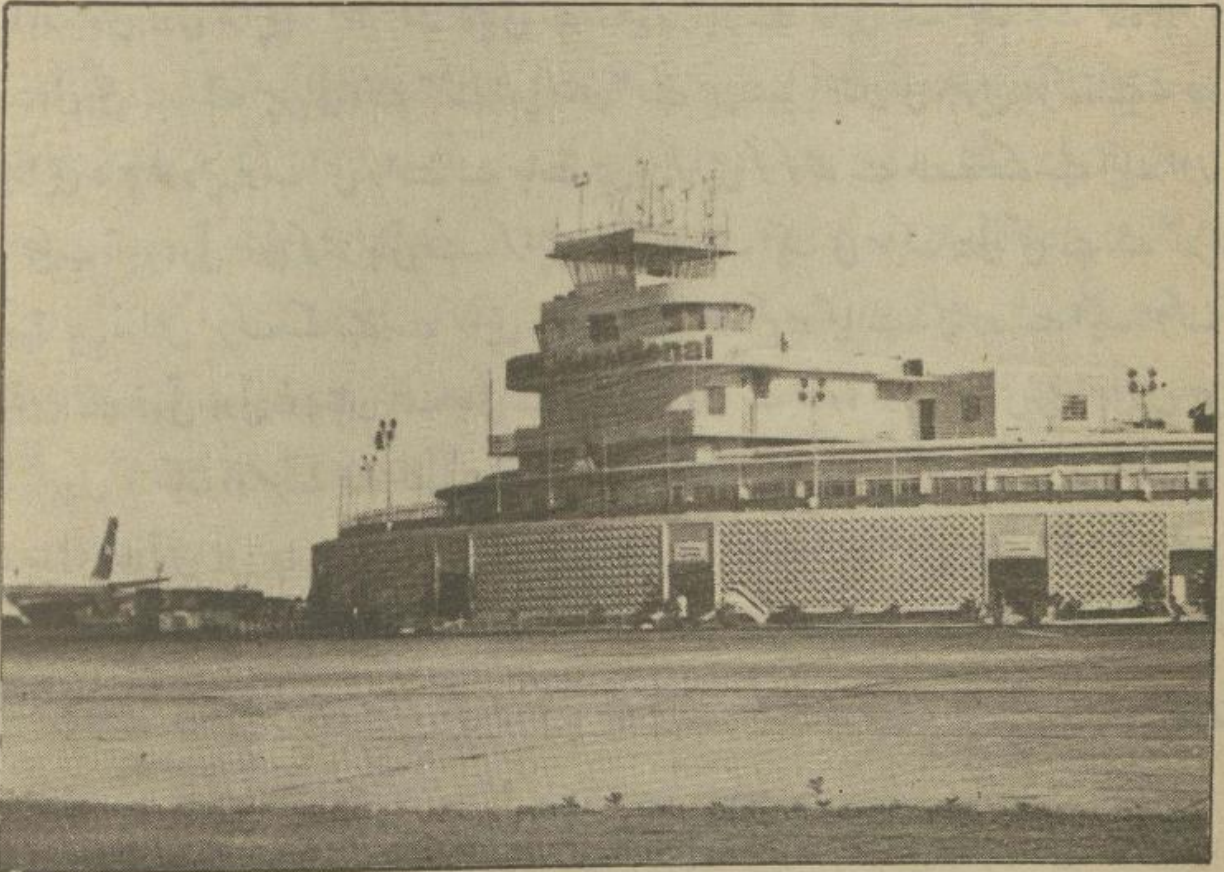
قائدِ اعظم بین الاقوامی ہوائی اڈا

بین الاقوامی ہوائی اڈا بہت وسیع ہے اور تمام جدید تر سہولتوں کا حامل ہے۔ اس کا شمار دنیا کے بڑے اور مشہور ہوائی اڈوں میں ہوتا ہے۔ یہاں بڑے بڑے ہوائی جہاز دنیا کے مختلف ملکوں سے روزانہ آتے ہیں۔ دنیا کی مشہور ہوائی کمپنیوں کے برانچ آفس کراچی میں ہیں اور مسافروں کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔

پاکستان کی ہوائی سروس ملک کے اندر بھی ہے اور دنیا کے دوسرے ممالک کے لیے بھی ہے۔ اندرونِ ملک کراچی سے لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد اور پشاور کے لیے روزانہ ہوائی سروس ہے بلکہ لاہور اور راولپنڈی کے لیے تو دن میں کئی مرتبہ ہوائی جہاز جاتے اور آتے ہیں۔ کوئٹہ کے لیے کراچی،

راولپنڈی اور لاہور سے براہ راست سروس ہے اور ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی ہوائی سروس ہیں جو ملک کے مختلف مقامات کو جاتی ہیں۔ جیسے گلگت، چترال، اسکردو وغیرہ۔ بیرون ملک جانے کے لیے کراچی کے قائدِ اعظم بین الاقوامی ہوائی اڈے سے دنیا کے تمام ممالک کے لیے ہوائی سفر کی سہولت موجود ہے۔ کراچی سے ایران، مشرق وسطیٰ، یورپ، انگلینڈ اور امریکہ کے لیے ہفتے میں کئی مرتبہ پی آئی اے کی ہوائی سروس جاتی ہے۔ اس کے علاوہ روس، چین، جاپان، سری لنکا اور دوسرے ممالک کے لیے بھی سروس کا انتظام ہے۔

اندرون ملک بڑی ہوائی سروس کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، ڈیرہ اسماعیل خان، پسنی، گوادر، تربت اور جیوانی میں ہیں۔ ان کے علاوہ حیدر آباد، سندھڑی، موئن جو دڑو، نواب شاہ، جیکب آباد، ملتان، فیصل آباد اور بہت سے دوسرے بڑے شہروں میں بھی ہوائی اڈے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں اسکردو، گلگت اور چترال میں بھی ہوائی اڈے موجود ہیں۔

بندر گاہ

ہمارے ملک کی سب سے بڑی اور اہم بندر گاہ کراچی ہے۔ یہ بہت پرانی بندر گاہ ہے مگر اب اس میں بڑی توسیع ہو گئی ہے اور موجودہ زمانے کی تمام جدید سہولتیں جو ایک بین الاقوامی بندر گاہ میں ہونی چاہییں وہ یہاں موجود ہیں یہاں علیٰحدہ علیٰحدہ گودیاں ہیں۔ سامان لادنے اور اتارنے کے لیے بڑی بڑی کرینیں لگی ہوئی ہیں جو بڑی تیزی سے کام کرتی ہیں۔

کیماڑی کے علاوہ ویسٹ وہارف پر بھی سمندری جہاز مسافروں اور سامان کو لاتے لے جاتے ہیں۔ کراچی کی بندر گاہ بہت مصروف بندر گاہ ہے۔ اکثر جہاز سمندر میں کھڑے رہ کر گودیوں کے خالی ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لیے کراچی کی بندر گاہ ناکافی ہو گئی ہے۔ اس لیے ایک نئی بندر گاہ بنائی گئی ہے وہ بھی کراچی کے قریب ہے۔ اس کا نام پورٹ قاسم رکھا گیا ہے۔ بلوچستان کے ساحلی علاقے میں اورمارہ، پسنی اور گوادر میں چھوٹی چھوٹی بندر گاہیں ہیں۔ یہاں بڑے جہاز نہیں جا سکتے۔ اس لیے کافی دور سمندر میں کھڑے ہوتے ہیں اور کشتیوں کے ذریعے آنا جانا ہوتا ہے۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ

کراچی کی بندر گاہ کی نگرانی اور انتظام کے لیے ایک ادارہ ہے جس کو پورٹ ٹرسٹ کہتے ہیں۔

سمندر کے کنارے گھاٹ تعمیر کرنا، مال گودام بنوانا اور تجارت کی سہولت کے لیے کشتیوں اور جہازوں کا انتظام کرنا، سامان اتروانا اور اس کی حفاظت کرنا اور دوسرے تمام ضروری انتظامات کرنا پورٹ ٹرسٹ کی ذمّے داری ہے۔ پورٹ ٹرسٹ چوکیداری اور پولیس کا بھی علیحدہ انتظام کرتا ہے تاکہ جو سامان گوداموں میں رکھا ہوا ہے اس کی حفاظت ہو سکے۔

شپنگ کارپوریشن

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے سمندری جہاز کے مسافر سفر بھی طے کرتے ہیں۔ تجارتی مال بھی ایک ملک سے دوسرے ملک بھیجا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں۔ پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن ملک کی سب سے بڑی جہاز رانی کی کارپوریشن ہے۔ اس کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور اس کی شاخیں اسلام آباد اور لاہور میں بھی ہیں۔

یہ کارپوریشن ایک بورڈ کے تحت کام کرتی ہے۔ اس کے جہاز دنیا کے ہر کونے میں سامان لے جاتے ہیں۔ جس میں یورپ، مشرقِ وسطیٰ، انگلینڈ، امریکہ، جنوبی امریکہ، افریقہ، چین، انڈونیشیا اور جاپان وغیرہ شامل ہیں۔ اگر تجارتی مال زیادہ ہوتا ہے تو کارپوریشن دوسرے ملکوں کے جہاز کرائے پر لیتی ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن

پاکستان کے اکثر شہروں میں اندرون شہر اور دوسرے مختلف شہروں کے درمیان ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کے سلسلے موجود ہیں۔ ٹیلی فون کے ذریعے براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور ٹیلی گراف کے ذریعے تحریری پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں۔ آج کل وائرلیس کے ذریعے بھی پاکستان کے باہر دنیا کے ہر ملک کو پیغامات بھیجے جا سکتے ہیں ان کو کیبل گرام کہتے ہیں۔

پاکستان میں ٹیلی کمیونیکیشن کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے اب کارپوریشن بنا دیا گیا ہے۔ اس کے ذمّے تار، ٹیلی فون، ٹیلی گراف، وائرلیس اور سمندر پار کے پیغامات کے متعلق تمام اُمور کی نگرانی ہے۔ اس کارپوریشن کی دو ڈویژن ہیں۔ ایک ٹیلی فون سے متعلق ہے اور دوسرا ٹیلی گراف سے متعلق ہے۔ پاکستان میں ٹیلی فون کے تمام ضروری سامان بنانے کی ایک بڑی فیکٹری ہری پور میں ہے۔

ذرائع ابلاغ

ابلاغ کا مطلب ہے کسی بات یا خبر کو دوسرے تک پہنچانا۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں بول کر، اشارے سے یا لکھ کر اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے ریڈیو اور ٹیلی وژن اسٹیشن قائم کیے ہیں جن کے ذریعے سے ملکی اور بین الاقوامی خبریں، تعلیمی پرگرام اور تفریحی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن

مرکزی حکومت کے محکمہ اطلاعات و نشریات کے تحت ریڈیو پاکستان کا ادارہ کام کرتا ہے۔ جب پاکستان قائم ہوا تو صرف لاہور اور پشاور میں ریڈیو اسٹیشن تھے۔ اس کے بعد کراچی، کوئٹہ، حیدر آباد اور ملتان کے ریڈیو اسٹیشن قائم ہوئے۔ حال ہی میں بہاولپور، خیرپور اور خُضدار میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوئے ہیں۔ اس طرح ہمارے ملک میں پشاور، ایبٹ آباد، راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، ملتان، بہاولپور، کوئٹہ، حیدر آباد، خیرپور، گلگت، اسکردو، خضدار، تربت، فیصل آباد، ڈیرہ اسماعیل خان اور کراچی میں ریڈیو اسٹیشن ہیں۔

1972ء میں ریڈیو کے محکمے کو ایک کارپوریشن بنا دیا گیا۔ اس کے انتظام کے لیے ڈائریکٹروں کا ایک بورڈ ہے۔ اس کا سربراہ کارپوریشن کا ڈائریکٹر جنرل کہلاتا ہے۔ کارپوریشن کی کمرشل سروس بھی ہے۔ جس سے کارپوریشن کی آمدنی بڑھ گئی ہے۔

ٹیلی وژن کارپوریشن

ٹیلی وژن پروگراموں کی لیے "پاکستان ٹیلی وژن کارپوریشن" قائم ہے۔ ٹیلی وژن کے سارے اسٹیشن مواصلاتی نظام کے ذریعے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اس نظام کی بدولت ہم اندرون ملک ہر ٹیلی وژن اسٹیشن کی نشریات دیکھ سکتے ہیں۔ مواصلاتی سیارے کے ذریعے بیرون ملک کی نشریات بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔پاکستان میں پشاور، اسلام آباد، لاہور، کوئٹہ اور کراچی میں ٹیلی وژن اسٹیشن قائم ہیں۔

جب سے مواصلاتی سیاروں کے ذریعے سے ٹیلی وژن کے پروگراموں کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے ٹیلی وژن کے پروگراموں میں انقلاب آگیا ہے۔ دنیا کے کسی ملک کا پروگرام جہاں دل چاہے دیکھا جاسکتا ہے۔ ایسے پروگرام مواصلاتی سیاروں کی مدد سے آتے ہیں ان سیاروں کے ذریعے پروگرام موصول کرنا

قدرے مہنگا ضرور ہے کیوں کہ ان سیاروں پر پروگرام کا وقت قیمت ادا کرنے پر ملتا ہے جس کی فیس بہت زیادہ ہے۔ ہماری کرکٹ، فٹ بال اور ہاکی کی ٹیمیں جب ملک سے باہر جاتی ہیں تو وہاں کے میچ ہم مواصلاتی سیاروں کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ عوام کو بہتر پروگرام دکھانے کے لیے حکومتِ پاکستان نے کافی سہولتیں مہیا کی ہیں۔ایک پرائیویٹ ادارے شالیمار ٹیلی وژن نیٹ ورک کو ذمّہ داری دی گئی ہے کہ وہ عوام کو اچھے اور معیاری پروگرام دیکھنے کی سہولت مہیا کرے۔ اس ادارے کا ایک ذیلی ادارہ این ٹی ایم اپنے بنائے ہوئے پروگرام پیش کرتا ہے۔ اسی ادارے نے ایک غیر ملکی ادارے سی این این سے خبریں اور معلوماتی پروگرام دکھانے کا معاہدہ کیا ہے۔

پی ٹی وی نے ایک نیا چینل بھی شروع کیا ہے جس کا نام پی ٹی وی -2 ہے۔ اس چینل کے پروگرام دن بھر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس وقت پی ٹی وی کے پروگرام دنیا کے بہت سارے ممالک میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس وجہ سے پاکستان کا بہت سے غیر ممالک سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ یہ پروگرام تعلیمی، اقتصادی، معاشرتی اور ادبی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

ان ذرائع ابلاغ کے ساتھ ساتھ ٹیلی پرنٹر، فیکس، ڈاکخانہ جات اور اخبارات بھی باتیں پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔

ٹیلی پرنٹر

ٹیلی پرنٹر ایک نئی ایجاد ہے۔ بچّو! آپ نے ٹیلی گرام کا نام تو سنا ہی ہوگا۔ ٹیلی کا مطلب ہے "دور"۔ ٹیلی گرام میں ایک مشین کے ذریعے کسی پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا جاتا ہے۔ ٹیلی گراف آفس میں ٹیلی گرام بھیجنے والا ٹیلی گرام کے الفاظ کو برقی تاروں کے ذریعے علامتی زبان میں سگنل کرتا ہے۔ دوسرے آفس والا علامتی زبان کو سمجھ کر اردو یا انگریزی یا کسی اور زبان میں لکھتا ہے۔ پھر اس پیغام کو جس کسی کے لیے ہو اس کے گھر یا دفتر بھیج دیتے ہیں۔ یہ طریقہ تھوڑا مشکل ہے اور زیادہ وقت لیتا ہے۔

ٹیلی پرنٹر میں کسی علامتی زبان کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کسی شہر سے دوسرے شہر جو پیغام بھیجنا ہو ایک خاص قسم کے ٹائپ رائٹر پر جس کو ٹیلی پرنٹر کہتے ہیں ایک شہر سے اس ٹیلی پرنٹر پر ایک شخص ٹائپ کرتا ہے اور دوسرے شہر میں جہاں پیغام بھیجنا ہو وہاں ٹائپ ہوتا جاتا ہے اور اگر جواب درکار ہو تو وہ جواب ٹائپ کرتا ہے جو بھیجنے والے کے پرنٹر پر ٹائپ ہو جاتا ہے۔ اس طرح پیغام بھیجنا اور اگر اسی وقت جواب درکار ہو تو دونوں کے پاس پرنٹ ہوجاتا ہے۔ آفس اور تجارتی ادارے میں جب ان کے کام کے اوقات نہ ہوں

اور ادارہ بند ہو جائے تو پیغام ٹائپ ہوجاتا ہے ادارہ یا آفس وہ پیغام صبح آتے ہی پڑھ لیتا ہے' کیوں کہ ٹیلی پرنٹر رات دن اون (on) رہتا ہے۔ بڑے بڑے تجارتی اداروں کے پاس اپنے ٹیلی پرنٹر ہوتے ہیں جن کی وہ گورنمنٹ کو مطلوبہ فیس ادا کرتے ہیں۔

فیکس

فیکس مشین ایجاد ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ فیکس کی ایجاد نے پیغام رسانی کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ اگر ہمیں ایک نجی یا سرکاری خط کسی دوسری جگہ بھیجنا ہوتا ہے تو وہ فیکس مشین میں ڈال کر وہاں کا کوڈ نمبر ملا دیا جاتا ہے دوسری طرف وہ پیغام کاغذ پر ویسے ہی پرنٹ ہو جاتا ہے جیسے فوٹو اسٹیٹ مشین پر کاپی ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس فیکس مشین پر ایک سلپ کے ذریعے تصدیق (Confirm) ہو جاتی ہے کہ مطلوبہ خط اس جگہ پہنچ گیا ہے۔

فیکس نے دفتری کام کو بہت آسان کر دیا ہے۔ ڈاکخانے میں بھی فیکس استعمال ہونے لگا ہے اور مناسب دام پر خط دوسرے شہر میں اسی روز دی ہوئی ایڈریس پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس ایجاد نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

ڈاکخانہ جات

ڈاک کا بندوبست قدیم زمانے میں بھی تھا۔ اس وقت خطوط کو ہرکارے پیدل لے کر جاتے تھے۔ وقت گزرنے پر ڈاک گھوڑوں پر جانے لگی اور پھر آہستہ آہستہ لاریوں کے ذریعے ڈاک لے جانے کا کام شروع ہوا۔ اب ڈاک ٹرین میں ایک خاص ڈبے میں جاتی ہیں جس ڈبے پر عام طور پر سرخ رنگ ہوتا ہے۔ جن خطوط پر ایئر میل لکھا ہوتا ہے وہ ہوائی جہاز سے جاتی ہے۔ اب خط ہمیں بہت جلد مل جاتے ہیں۔

پرانے زمانے میں خط مہینوں میں ملتے تھے۔ اب تو جلدی خط پہنچانے کی لیے ڈاکخانے نے ارجنٹ میل سروس بھی شروع کر دی ہے جس پر ٹکٹ زیادہ لگانا پڑتا ہے اور خط ایک دو روز میں مل جاتا ہے۔ اور اب تو باہر کے ممالک سے خط بہت جلد آ جاتا اور جلد پہنچ جاتا ہے۔

ڈاک کا محکمہ بڑا اہم محکمہ ہے۔ اس محکمے کے لوگ بڑی کوشش سے جس کے نام کا خط ہو اُس کے گھر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر غلطی سے ہمیں کسی کا خط مل جائے تو جس کا خط ہو ہمیں اسی تک پہنچا دینا چاہیے۔ دوسروں کے خطوط پڑھنا بُری بات ہے۔

اخبار

پہلے وقتوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ خبریں صرف ایک دوسرے کے ذریعے جاتی تھیں۔ لوگ کبھی بات کو کم اور کبھی زیادہ کر کے بتاتے تھے۔ مگر آج اخباروں کے ذریعے ہر صبح ہمیں تمام دنیا کی خبریں مل جاتی ہیں۔ اخبارات شائع ہونے سے بہت آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ آج کا انسان تمام دنیا کے حالات سے باخبر رہتا ہے۔ اخبار پڑھنا اچھی عادت ہے۔ مگر ہمیں اخباروں کی خبر پر ایک دم بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک اس کی دوسرے ذریعوں سے تصدیق نہ کرلیں۔ پاکستان کے کئی شہروں سے اخبارات نکلتے ہیں ان کے علاوہ رسائل اور میگزین وغیرہ بھی شائع ہوتے ہیں۔

سوالات

1 ------ پاکستان کی دو بڑی ریلوے لائن اور دو بڑی پکی سڑکوں کے نام لکھیے۔

2 ------ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف سے کیا فائدے ہیں؟

3 ------ براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کیا خدمات انجام دیتی ہے؟

4 ------ شپنگ کارپوریشن سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

عملی کام

1 ------ ریلوے انجنوں اور مختلف قسم کے ہوائی جہازوں کی تصویریں جمع کر کے ایک البم بنائیں۔

2 ------ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں خاص خاص ریلوں کے راستے دکھائیں اور اہم ریلوے اسٹیشنوں اور بندرگاہوں کے نام لکھیں۔

3 ------ اسکول کے دفتر میں اگر ٹیلی فون ہو تو اس کا استعمال سیکھیں۔

4 ------ کسی ریلوے اسٹیشن کا چھوٹا سا ماڈل تیار کریں۔

بارھواں باب

رفاہی ادارے

آج ماسٹر صاحب کلاس میں آئے تو طارق نے دریافت کیا "ماسٹر صاحب"! ہمیں یہ بتائیے کہ رفاہی ادارے کیا ہوتے ہیں؟ ماسٹر صاحب نے جواب دیا۔ "بچو!" ہر حکومت اپنے شہریوں کی بھلائی اور بہبودی کے لیے بہت سے رفاہی کام کرتے ہے۔ مثلاً تعلیم و تربیت کا انتظام، یتیم بچوں کی پرورش، غریبوں اور مصیبت زدہ کے لیے فنڈ جمع کرنا۔ یہ سب رفاہ عام کے کام ہیں۔ وہ تمام کام جس میں عوام کی بھلائی ہو، غریبوں، تیموں، بیواؤں اور دوسرے ضرورت مند لوگوں کی مدد ہو سب رفاہ عام کے کام کہلاتے ہیں۔

اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں

ماسٹر صاحب نے کہا آج میں تم کو اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے متعلق کچھ حال بتاتا ہوں۔ اسکول اور کالج عوامی بھلائی کے ادارے ہیں۔ ان کے بغیر کوئی قوم نہ علم حاصل کر سکتی ہے، نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ لوگ اچھے شہری بن سکتے ہیں اور نہ اپنی روزی کما سکتے ہیں۔ اس لیے موجودہ حکومت ملک میں تعلیم عام کرنے کے لیے زبردست کوشش کر رہی ہے۔ میٹرک تک تعلیم مفت ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں پرائمری اسکول، سیکنڈری اسکول اور کالج کھولے جا رہے ہیں۔ تمہارے پرائمری اسکول میں پانچویں جماعت تک پڑھائی ہوتی ہے۔ سیکنڈری اسکول میں چھٹی جماعت سے دسویں جماعت تک پڑھائی ہوتی ہے۔ جب کہ کالج میں دسویں سے آگے ایف اے، بی اے کی تعلیم دی جاتی ہے اور ایم اے وغیرہ کی تعلیم یونیورسٹیوں میں ہوتی ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے مختلف شعبے علیحدہ علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ جیسے سائنس، کامرس، آرٹس وغیرہ۔ ہر شعبے کا ایک انچارج پروفیسر ہوتا ہے۔

سائنس اور فنی تعلیم پھیلانے کی خاص کوشش کی جارہی ہے۔ میڈیکل کالج، زرعی کالج اور انجینئرنگ کالجوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ ان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ڈاکٹر،

انجینئر، سائنس داں اور ماہرین زراعت نکلتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قومی خدمت کے جذبے سے کام کرتے رہیں تو بہت جلد ہمارے ملک میں ہر طرف ترقی کا دور دورہ ہو جائے۔

اسپتال

اسپتال بھی رفاہی ادارے ہیں۔ لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے علاج معالجے کے لیے اسپتال قائم کیے جاتے ہیں۔ اسپتالوں میں جو لوگ صرف دوا لینے آتے ہیں ان کے لیے علیحدہ انتظام ہوتا ہے اور جو مریض اسپتال میں داخل ہوتے ہیں ان کے لیے علیحدہ وارڈ ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام مریضوں کے وارڈ ہوتے ہیں اور دانتوں اور آنکھوں کے مریضوں کے وارڈ اور آپریشن (جراحی) وارڈ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ بڑے اسپتالوں میں ایکسرے اور خون وغیرہ کی جانچ کرنے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خاص خاص اسپتالوں میں مہلک امراض کے وارڈ اور دماغی امراض کے علاج کے وارڈ ہوتے ہیں۔ تمام بڑے شہروں میں اسپتال موجود ہیں۔ خصوصاً کراچی، حیدر آباد، لاہور، راولپنڈی، ملتان اور پشاور میں بڑے اسپتال ہیں۔ یہ اسپتال حکومت کے قائم کیے ہوئے ہیں۔ میونسپل کمیٹیاں بھی اپنے اپنے علاقوں میں اسپتال قائم کرتی ہیں۔ ان سب اسپتالوں میں دوا مفت دی جاتی ہے اور علاج مفت ہوتا ہے۔ نجی طور پر بھی لوگ اسپتال کھولتے ہیں۔ بعض اسپتالوں کا خرچہ خدا ترس لوگ خود برداشت کرتے ہیں اور لوگوں کا علاج مفت کراتے ہیں بعض اسپتالوں میں فیس لی جاتی ہے۔حکومت کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں طبی سہولتیں آبادی کے لحاظ سے کم ہیں۔ اس لیے حکومت علاج معالجے کی سہولتیں بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔

ٹرسٹ

مولانا عبدالستار ایدھی نے عوام کی خدمت کے لیے بہت سے رفاہی ادارے قائم کیے ہیں، جو ایدھی ٹرسٹ کے نام سے موسوم ہیں۔ ایدھی ٹرسٹ والے مریضوں کی دیکھ بھال کا کام کرتے ہیں، ہر جگہ اسپتال بنا دیئے گئے ہیں جہاں مفت علاج ہوتا ہے۔ جگہ جگہ یتیم خانے اور اسکول بنائے گئے ہیں۔ لاوارث بچوں کی دیکھ بھال بھی کی جاتی ہے۔

کینسر کا مرض آج کل عام ہو گیا ہے۔ سگریٹ اور پان کے استعمال سے منہ اور گلے کا کینسر سب سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہمیں پان، سگریٹ اور سپاری سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حکومت نے اس

مرض کے علاج کے لیے بہت سے اسپتال بنائے ہیں۔ پاکستان ایک بڑا ملک ہے جہاں آبادی کے بڑھنے کی رفتار بہت تیز ہے۔ امیر لوگوں کو چاہیے کہ وہ رفاہی کاموں میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ ہمارے ملک کے نامور کرکٹ کھلاڑی عمران خان نے اپنی والدہ کے نام سے ایک بہت بڑا کینسر کا اسپتال بنانے کا ذمہ لیا ہے۔ اس اسپتال کا نام شوکت خانم میموریل کینسر اسپتال ہے۔ اس کینسر اسپتال میں کینسر کے مریضوں کا جدید طریقوں سے علاج ہوگا۔ یہ اسپتال لاہور میں ہے۔

ہمارے ملک کے رفاہی کاموں میں حمایت اسلام ادارے کا بھی بڑا نام ہے۔ یہ ادارہ اپنے اسکولوں اور دوسرے رفاہی اداروں سے عوام کی خدمت کر رہا ہے۔

حکومت نے عوام کی بہتری کے لیے زکوٰۃ فنڈ قائم کیا ہے۔ ہر صاحب حیثیت کا فرض ہے کہ وہ اس فنڈ میں اپنا حصّہ ڈالے۔ اس فنڈ سے غرباء کی مدد کی جاتی ہے۔ محلہ کمیٹی اپنے محلّے کے یتیم اور ضرورت مند لوگوں کو اس فنڈ سے رقم دلاتی ہیں۔ اگر پاکستان کے سب لوگ اپنی حیثیت کے مطابق اس فنڈ میں رقم دیں تو تمام رفاہی کام اس فنڈ سے کیے جاسکتے ہیں۔

یوتھ موومنٹ

ترقی یافتہ ممالک میں یوتھ موومنٹ بہت سے رفاہی کام مقامی طور پر کر لیتے ہیں۔ غیر نصابی تعلیمی سرگرمیاں، کھیلیں، صحت عامہ کے اصول، ورزش کلب، گلی محلوں کی صفائی ایسے کام یوتھ موومنٹ کے ذمّے ہیں۔ نوجوان گھر گھر جا کر گھروں کی صفائی کرتے ہیں۔ منشیات، ماحولیاتی آلودگی اور ان کے نقصانات کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ آج کے نوجوان کل کے ذمّہ دار شہری ہوں گے۔ ان کی بہتر تعلیم و تربیت ہمارا قومی فریضہ ہے۔ تعلیمی اداروں کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کریں۔

بچّوں کی بہبودی کے مراکز

حکومت نے عوام کی بہتری اور سماجی بھلائی کے لیے بہت سے ادارے قائم کیے ہیں۔ بچّوں کی بہبودی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک قومی کونسل برائے بہبودی اطفال قائم کی گئی ہے جس کے تحت ملک کے مختلف حصوں میں بچوں کی بہبودی کے مراکز قائم کیے گئے ہیں اور ان کی نگرانی کونسل برائے اطفال کرتی ہے۔ بچّوں کی بہبودی کے مراکز، معذور بچوں کے علاج اور تربیت کے

لیے ادارے اور بچّوں کی دماغی بیماریوں کے علاج کے لیے علیحدہ چھوٹے اسپتال قائم کیے گئے ہیں۔
سال بھر میں ایک مرتبہ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں بچّوں کا دن ملک میں بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔
کھیل کے مقابلے ہوتے ہیں۔ بچوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ تحفے دیے جاتے ہیں۔

یتیم خانے

یتیم خانوں میں ان بچوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے جن کی نہ مائیں ہوتی ہیں اور نہ باپ اور نہ کوئی دوسرا عزیز یا رشتے دار جو ان کی پرورش کر سکے۔

یتیم خانوں میں نہ صرف بچّوں کی رہائش اور خوراک کا انتظام ہوتا ہے بلکہ تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ بچّوں کو مختلف کام بھی سکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ جوان ہو کر اپنی روزی کما سکیں اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو یہ بالکل احساس نہ ہو کہ وہ دوسرے بچوں کے مقابلے میں حقیر ہیں۔ یتیم خانوں میں بچّوں کی رہائش کا انتظام بہت اچھا ہوتا ہے۔ وہاں بچّوں کو یہ تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنا کام خود کریں۔ یتیم خانے زیادہ تر نجی طور پر چلائے جاتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھی امداد دی جاتی ہے اور لوگ چندہ دیتے ہیں۔ خیرات اور زکواۃ کا روپیہ بھی غریب بچّوں کی مدد کی لیے دیا جاتا ہے۔ زکواۃ اور عشر کا نظام بھی غریبوں، محتاجوں اور اپاہجوں کی مدد کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اسلامی حکومتیں جو رقم زکواۃ اور عشر سے حاصل کرتی ہیں وہ غریبوں کی دیکھ بھال پر خرچ کرتی ہیں۔ اس کے حقدار بیوہ اور یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔ تاجر حضرات جو عام طور پر شہروں میں رہتے ہیں اپنی آمدنی پر زکواۃ دیتے ہیں۔ زمینداروں اور کسانوں سے عشر وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری حکومت اس نظام کے تحت لاکھوں غریبوں کی مدد کر رہی ہے۔ یہ بہت بڑی قومی خدمت ہے اگر یتیم خانے نہ ہوں تو قوم کے ہزاروں نونہالوں کی زندگی تباہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ یتیم خانے اہم رفاہی ادارے کہلاتے ہیں۔

قومی باغیچے، چڑیا گھر اور عجائب گھر

لوگوں کو تفریح کا ذریعہ مہیا کرنے کے لیے قومی باغات و پارک اور تفریح گاہیں بنائی جاتی ہیں۔چاروں طرف سبزہ اور پھول دار درخت ہوتے ہیں۔ بعض باغات میں ایک خوبصورت بارہ دری بنی ہوئی ہوتی ہے جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرتے ہیں اور پکنک مناتے ہیں اور چاروں طرف وہی قدرتی ماحول پیدا کیا جاتا ہے جس میں پرندے اور جانور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اس مقام کو چڑیا گھر کہا جاتا ہے اور اس چڑیا گھر میں

جانور کٹہرے میں پالے جاتے ہیں۔ کسی کٹہرے میں بندر بند ہیں، تو کسی میں شیر، کسی میں طوطے تو کسی میں مور، کہیں تالاب بنے ہوئے ہیں اور بطخیں اور سارس تیر رہے ہیں۔ تو کہیں بڑے سے میدان میں ہرن اور دوسرے جانور بھاگتے پھر رہے ہیں۔ مختلف قسم کے پرندوں کے لیے بھی بڑے لمبے اور اونچے احاطے تاروں سے گھیر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہر شہر میں پبلک باغ ہیں۔ کراچی میں زولوجیکل گارڈن، کلفٹن، ہل پارک وغیرہ۔ لاہور میں باغ جناح، شالا مار باغ ہیں۔ راولپنڈی میں نیشنل پارک اور پشاور میں وزیر باغ اور شاہی باغ ہیں۔ لاہور میں ایک بڑا چڑیا گھر بھی ہے۔ باغات، پارک اور چڑیا گھروں کے علاوہ آرٹس کونسل بھی دلچسپی کی جگہ ہے۔ آرٹس کونسلیں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ہیں۔ ان میں پاکستان کے فن کاروں کی بنائی ہوئی تصویروں کی نمائش ہوتی ہے۔ ڈرامے اور تھیٹر وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ ایسے بھی مقام ہیں جہاں دنیا کے مشہور مصوّروں اور فن کاروں کی بنائی ہوئی تصویریں ہمیشہ لگی رہتی ہیں۔ ان کو آرٹ گیلری کہتے ہیں۔ کراچی کی ایک آرٹ گیلری ڈینسو ہال میں ہے۔ لاہور فنون اور آرٹس کا مرکز ہے۔ وہاں بہت بڑا نیشنل آرٹس کالج ہے اور آرٹ کونسل بھی ہے۔ عجائب گھر بھی ہے۔ راولپنڈی اور پشاور میں بھی آرٹس کونسلیں ہیں۔

ہلالِ احمر

ہلالِ احمر ایک بین الاقوامی ادارہ ہے۔ اس کا مقصد غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی ہر حالت میں ہر طرح کی مدد کرنا ہے۔ اس میں قوم، ملک یا مذہب کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس ادارے کا نشان لال رنگ کا مثبت نشان "+" ہے۔ اس لیے اس کا نام ریڈ کراس پڑ گیا ہے مگر پاکستان میں اس کو "ہلالِ احمر" کہتے ہیں اور اس کا نشان " ☾ " ہلال ہے۔ ہلالِ احمر امن کے زمانے میں بیماروں کی امداد کرتا ہے۔ مریضوں کے لیے ایمبولینس گاڑیاں فراہم کرتا ہے۔ مریض کو خون کی ضرورت ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے خون مہیا کرتا ہے۔ مصیبت کے وقت جیسے زلزلہ یا سیلاب یا دوسری کوئی آفت آئے تو ہلالِ احمر کے لوگ فوراً مدد کو پہنچتے ہیں۔ امدادی سامان خود بھی جمع کرتے ہیں اور دوسرے ملکوں سے آیا ہوا سامان بھی تقسیم کرتے ہیں۔ لڑائی کے زمانے میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور ان کے عزیزوں کو ان کے خیریت سے مطلع کرتے ہیں اور قیدیوں کی خیریت معلوم کرتے ہیں اور یہی بہت سے امدادی کام ہیں جو ہلال احمر کا ادارہ کرتا ہے۔

ہلالِ احمر کی ایک شاخ اسکولوں کے بچوں کے لیے بھی قائم کی گئی ہے اس کا نام جونیئر ہلال احمر سوسائٹی ہے۔ اس کے ممبر اسکولوں کے بچے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تندرستی قائم رکھنے اور

جان بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ جب کبھی اسکول میں کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی شاگرد یکایک بیمار پڑ جائے یا زخمی ہو جائے تو جونیئر ہلال احمر کا ممبر اس کی مدد کرتا ہے۔

اس طرح جوان، بوڑھے اور بچے سب ہلال احمر سوسائٹی کے ممبر بن کر مصیبت زدہ اور ضرورت مند لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

اسکاؤٹ اور گرل گائیڈ

بچوں کا اخلاق درست کرنے اور ان کو سماجی ضرورت کی عادت ڈالنے اور زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے اسکولوں میں اسکاؤٹ تحریک چلائی گئی ہے۔ جو لڑکے اس میں شریک ہوتے ہیں ان کو اسکاؤٹ کہا جاتا ہے۔ لڑکیوں کے لیے بھی اسی قسم کی تربیت کا انتظام ہے۔ ان کو گرل گائیڈ کہا جاتا ہے۔ اسکاؤٹ بنتے وقت بچوں کو یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں گے۔ ملک کے وفادار رہیں گے۔ والدین اور بزرگوں کی عزّت کریں گے۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہیں گے اور اسکاؤٹ کے قواعد کی پابندی کریں گے۔ جن بچّوں کی عمر بارہ برس سے کم ہے جب وہ اسکاؤٹ تحریک میں شریک ہوتے ہیں وہ کبس "CUBS" یعنی "شیر کے بچے" کہلاتے ہیں۔ اس طرح دس برس سے کم عمر کی لڑکیاں شاہین اور دس برس سے زیادہ عمر کی لڑکیاں گرل گائیڈ کہلاتی ہیں۔ 12 سے 18 برس کے عمر کے لڑکے اسکاؤٹ روورس "ROVERS" کہلاتے ہیں۔ شاہین اور کبس کی تربیت دلچسپ کھیلوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ اسکاؤٹس اور گرل گائیڈ باقاعدہ جسمانی ورزش اور مختلف کاموں میں قابلیت کے کئی امتحان پاس کرتے ہیں۔ وہ لوگ شہروں سے باہر کیمپ کی زندگی کے طریقے بھی سیکھتے ہیں۔ چھوٹے گروہوں میں پیدل سفر کرتے ہیں۔ اس کو ہائک "HIKE" کہا جاتا ہے۔ کبھی کبھی رات کو بڑے میدان میں جمع ہو کر مقابلوں میں حصّہ لیتے ہیں۔ بیچ میں آگ جلا دیتے ہیں اور چاروں طرف بیٹھ کر خوب مزے کی
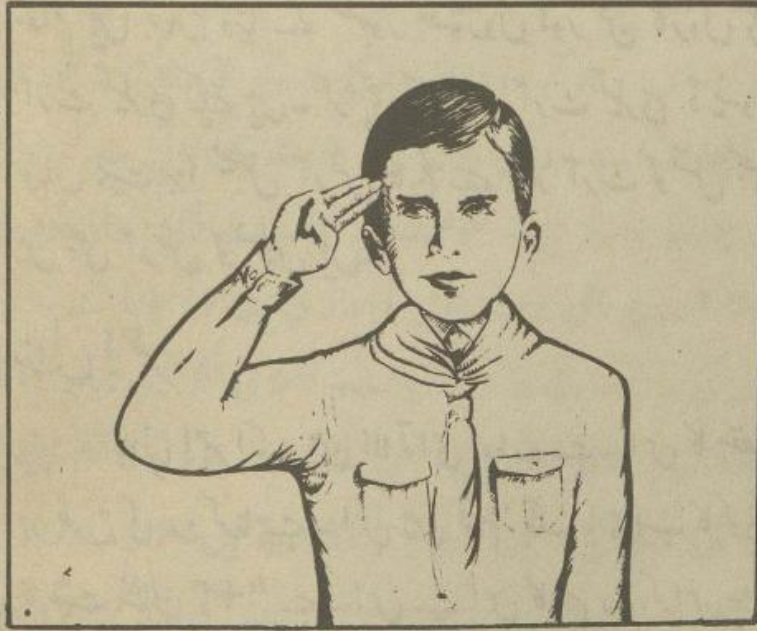
کہانیاں سناتے ہیں۔ اس کو کیمپ فائر کہا جاتا ہے۔ اسکاؤٹس اپنے میں نظم و ضبط رکھتے ہیں سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ اسکولوں کے جلسوں میں نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھی تحریک ہے اس میں طلباء کو شریک ہونا چاہیے۔

اسکاؤٹس اور گرل گائیڈ ایک خاص قسم کی یونیفارم پہنتے ہیں۔ اسکاؤٹس خاکی قمیض، خاکی نیکر اور موزے پہنتے ہیں اور گلے میں اسکارف باندھتے ہیں۔ لڑکیاں شلوار قمیض اور دوپٹہ استعمال کرتی ہیں۔ اسکاوٹ فوجی طریقے پر سیدھے ہاتھ سے تین انگلیاں ملا کر سلام کرتے ہیں۔ اور الٹے ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔

اسکاؤٹس ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور بڑوں کی عزّت کرتے ہیں۔

خصوصی بچّوں کے مراکز

ہمارے معاشرے میں ایسے بچّے بھی ہیں جو پیدائش کے وقت سے ہی کسی جسمانی خرابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ذہنی طور پر پست ماندہ ہیں یا بچپن میں ہی ایسی بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں جنھوں نے ان کو ہمیشہ کے لیے مجبور بنا دیا ہے۔ ایسے بچوں کو خصوصی بچّے کہتے ہیں۔ ان کا علاج کرانا اور ان کی تربیت کا انتظام کرنا ایک بڑی خدمت ہے۔ خصوصی بچّوں کے مراکز میں نہ صرف بچّوں کا علاج ہوتا ہے بلکہ استانیاں بچّوں کو علیحدہ علیحدہ گروپ میں بڑی توجہ اور محنت سے پڑھاتی ہیں۔ بعض خصوصی بچے تتلاتے ہیں تو بعض ہکلا کر بات کرتے ہیں۔ کوئی پیروں میں خرابی کی وجہ سے اچھی طرح چل نہیں سکتا تو کوئی اور جسمانی خرابی میں مبتلا ہوتا ہے۔ کسی کی ذہنی حالت اچھی نہیں ہوتی۔

خصوصی بچوں کے اداروں میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ بچوں کی ذہنی اور جسمانی کمزوری دور ہو جائے یا کم ہو جائے تاکہ وہ اپنی زندگی اطمینان سے گزار سکیں۔ بچوں کو دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے جیسے کرسی بُننا، ٹوکری بنانا یا کوئی فنی کام کرنا۔ نابینا یا گونگے بہرے بچوں اور جوانوں کے لیے مراکز علیحدہ قائم ہیں جہاں صرف نابینا اور گونگے لوگوں کی تربیت ہوتی ہے۔ یہ ادارے نجی طور پر قائم کیے جاتے ہیں۔ خدا ترس لوگ ان کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ حکومت بھی مدد کرتی ہے اور قومی کونسل برائے بہبودی اطفال ان اداروں کی نگرانی کرتی ہے۔

اوقاف

ہمارے مذہب میں غریبوں کی مدد کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ اس مقصد کے لیے بعض لوگ اپنی جائداد خدا کے نام وقف کر دیتے ہیں تاکہ ہمیشہ ان کی آمدنی سے غریبوں کی مدد ہوتی رہے۔ بعض لوگ مسجدیں بنواتے ہیں۔ بزرگوں کے مزارات بنواتے ہیں۔ مگر عام طور پر ان کے انتظامات درست نہیں ہوتے۔ اس لیے حکومت نے ایک محکمہ قائم کیا ہے جس کا نام محکمۂ اوقاف ہے۔ یہ محکمہ مسجدوں، مزاروں اور دیگر وقف جائدادوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کے انتظامات کو بہتر بناتا ہے۔ یہ محکمہ ہر صوبہ کے لیے ہے۔ اس کے سب سے بڑے افسر کو چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف کہتے ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ مسجدوں، مزاروں یا وقف جائداد کو حکومت کی تحویل میں لے لیں اور اپنی نگرانی میں ان کے انتظامات کو بہتر بنائیں۔ ان اوقاف کی آمدنی سے پہلے تو ان کی مرمّت اور بحالی پر اخراجات کیے جاتے ہیں۔ ان کے بعد غرباء کی امداد کی جاتی ہے۔ مستحق بچّوں کو وظائف دیے جاتے ہیں۔ قومی رفاہی کاموں میں بھی مدد کی جاتی ہے۔ اس طرح محکمہ مذہبی اور رفاہی خدمت انجام دے رہا ہے۔

لائبریریاں

عام شہریوں کے لیے جو پبلک لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں وہ بھی رفاہی ادارے ہیں۔ وہاں الماریوں میں بہت سی کتابیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور روزانہ اخبارات بھی آتے ہیں بہت سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور اخبار اور کتابیں پڑھتے ہیں۔ لائبریریوں سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ آج کل اسی آدمی کی قدر ہوتی ہے جو قابل ہو جس کی معلومات زیادہ ہوں اور جس نے مختلف کتابوں کا خوب مطالعہ کیا ہو۔ چوں کہ ہر آدمی اپنے گھر کتابوں کی لائبریری قائم نہیں کرسکتا اس لیے لوگ چندے سے مختلف مقامات پر لائبریریاں

قائم کرتے ہیں۔ میونسپل کمیٹیاں اور حکومت بھی لائبریریاں قائم کرتی ہیں۔ اور نجی کتب خانوں کی امداد بھی کرتی ہیں۔ غریب طلباء لائبریریوں سے کتابیں مستعار لے کر پڑھتے ہیں۔ دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اخبار کے ذریعے دنیا کی معلومات سے باخبر رہتے ہیں۔ ہر شہر میں پبلک لائبریریاں قائم ہیں یا نئی قائم کی جا رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں ہزاروں لائبریریاں ہیں۔ یونیورسٹیوں میں سب سے بڑی لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری ہے اور اسکول اور کالج کی اپنی لائبریری ہے۔ اچھے بچّے لائبریری میں جاتے ہیں اور وہاں سے کتابیں لے کر اچھّی طرح پڑھتے ہیں۔

خُون کا عطیہ

بدن کے اندر خون زندگی کی علامت ہے۔ اگر بدن سے خون زیادہ مقدار میں نکل جائے تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ اگر بدن سے کسی گہرے زخم کی وجہ سے یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے خون زیادہ نکل جائے تو ایسے مریض کو فوراً دوسرے کسی آدمی کا خون دیا جاتا ہے۔ اس سے اس کی جان بچ جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے تندرست لوگوں کا خون ان کے ہاتھ کی رگ سے نکال کر بوتلوں میں بھر لیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ خدمت خلق کے جذبے کے تحت اپنا خون دے دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کو کچھ معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔ جو شخص خون کا عطیہ دیتا ہے وہ قوم کی بڑی خدمت کرتا ہے۔ اس کا دیا ہوا خون مریضوں کی جان بچانے کا باعث بنتا ہے۔ زیادہ تر اسپتالوں میں خون جمع کیا جاتا ہے۔ مگر نجی ادارے بھی خون جمع کرتے ہیں اور وقتِ ضرورت لوگوں کو مفت یا کسی رقم کے معاوضے میں دے دیتے ہیں۔ خون جہاں جمع کیا جاتا ہے اسے "بلڈ بینک" کہتے ہیں۔

قومی بچت کی اسکیمیں

روپیہ اگر گھر میں پڑا رہے تو وہ ضرور خرچ ہو جاتا ہے۔ عقلمندی کی بات یہ ہے کہ آمدنی سے کچھ بچا کر آئندہ کے لیے جمع کرنا چاہیے۔ ورنہ ضرورت کے وقت بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ حکومت نے عوام کی بھلائی اور ملک کی خوشحالی کے لیے قومی بچت کی کئی اسکیمیں جاری کی ہیں۔ ان اسکیموں میں خاص طور پر ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، خاص ڈپازٹ سرٹیفکیٹ اور این آئی ٹی یونٹ قابل ذکر ہیں۔ نقد روپے کے عوض یہ سرٹیفکیٹ مل جاتے ہیں۔ پانچ برس میں آپ کی رقم دوگنی ہو جائے گی۔ یہ سرٹیفکیٹ دکھائیے اور دوگنی رقم لے آئیے۔ سب بچّوں نے کہا "ماسٹر صاحب یہ تو بڑے نفع کی اسکیم ہے مگر آپ نے انعام کا ذکر کیا تھا،

وہ کیا ہے ؟ ماسٹر صاحب نے کہا" ہاں وہ بھی بتاتا ہوں۔ سرٹیفکیٹ کے علاوہ اسی قسم کے انعامی بانڈ ہوتے ہیں یہ پچاس، ایک سو، پانچ سو اور ایک ہزار روپے کی مالیت کے ہوتے ہیں۔ ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے اور انعامات دیے جاتے ہیں۔ یہ انعامات دو سو روپے سے پانچ لاکھ روپے تک کے ہوتے ہیں۔ ان سرٹیفکیٹ اور بانڈ کے علاوہ حکومت نے نفع نقصان کی بنیاد پر بلا سود شراکتی نظام بھی رائج کیا ہے۔ قومی بچت کی اسکیموں میں روپیہ جمع کرنے والے فرد اور قوم دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ حکومت اس کو وطن کے رفاہی اور ترقیاتی کاموں پر خرچ کرتی ہے۔

سوالات

1 ------ ہلال احمر کیا خدمات انجام دیتا ہے؟

2 ------ اسکاؤٹ بنتے وقت طالبِ علم کیا وعدے کرتا ہے؟

3 ------ قومی بچت کی مختلف اسکیموں کے نام لکھیں۔

عملی کام

1 ------ کسی اسپتال میں جا کر مریضوں کی خیریت دریافت کریں اور ان کو پھول وغیرہ پیش کریں۔

2 ------ چڑیا گھر دیکھنے جائیں اور جو کچھ وہاں دیکھیں واپسی پر اس کا آنکھوں دیکھا حال لکھیں۔

3 ------ اسکول کی لائبریری سے ہر ماہ کم از کم ایک کتاب نکال کر ضرور پڑھیں۔

4 ------ جو رقم آپ کو والدین دیں اس میں سے کچھ بچا کر بینک میں جمع کریں۔

تیرہواں باب

ہمارے مسائل اور ان کا حل

دنیا کے تمام ممالک کو کچھ نہ کچھ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان چوں کہ بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اس لیے ہمارے بہت سے مسائل کا تعلق بھی زراعت سے ہے۔ سیم اور تھور ہماری زرعی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں آبادکاری، غربت، بیماری، جہالت اور بے روزگاری کے مسائل ہیں۔ آیئے ان مسائل کا تفصیل سے جائزہ لیں۔

سیم اور تھور

سندھ کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ صدیوں سے دنیا کا یہ حصّہ اپنی زرعی پیداوار کے لیے مشہور رہا ہے۔ سندھ کی بنجر زمین کو آباد کرنے کے لیے نہروں کا جال بچھایا گیا۔ یہ نہریں پختہ نہیں اس لیے دن رات ان نہروں کا پانی زمین میں جذب ہوتا رہتا ہے۔ زمین کی سطح کے اندر جا کر یہ پانی زمین کے اندر کی آبی سطح کو بلند کرتا ہے۔ زمین کی آبی سطح بلند ہونے سے مختلف قسم کے نمکیات زمین میں سے نکل کر زمین کی سطح کے اوپر نمودار ہوتے ہیں۔ یہ نمکیات اوپر کی سطح پر آ کر خشک ہو جاتے ہیں اور زمین کی رنگت سفید ہو جاتی ہے۔ زمین کے یوں سفید ہو جانے کو "تھور" کہتے ہیں۔ چوں کہ ایسی زمین میں نمک کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے وہاں کے تمام درخت اور فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں اور وہاں نئی کاشت بھی نہیں کی جا سکتی۔ کچھ عرصہ گزر جانے پر اگر زیرِ زمین کی سطح آبی بڑھتی رہے تو زمین کی سفیدی ختم ہو جاتی ہے اور اندر کا نمکین پانی باہر آ جاتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد وہ نمکین پانی ڈھلوان کی طرف بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نمکین پانی جس طرف جاتا ہے وہ زمین خراب ہو جاتی ہے۔ جب یہ عمل شروع ہو جائے تو اسے "سیم" کہتے ہیں۔

سندھ میں ہزاروں ایکڑ زمین ہر سال سیم اور تھور کی وجہ سے ناقابلِ کاشت ہو جاتی ہے، جو کہ ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ حکومت اس کی طرف بڑی توجہ دے رہی ہے۔ بڑی بڑی نالیاں کھود کر یہ نمکین پانی

دریاؤں میں ڈل دیا جاتا ہے یا اس قسم کے پودے اور درخت لگائے جاتے ہیں جو نمکین پانی میں لگ سکتے ہیں۔ نہروں کے کنارے زیادہ درخت لگائے جا رہے ہیں۔ تاکہ درختوں کی جڑیں زمین دوز ہونے والے پانی کو جزب کر سکیں۔ بڑے بڑے ٹیوب ویل لگا کر بھی زیر زمین پانی کی سطح کو نیچا کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح بے کار زمین ایک بار پھر قابل کاشت بنائی جا سکتی ہے۔

غربت

غربت ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عوام غریب ہیں۔ غربت ملک کی ترقی میں حائل ہے۔ دنیا میں بہت سے ملک غریب ہیں۔ امیر ملک وہ ہیں جنھوں نے صنعتی ترقی کر لی ہے یا ان کے قدرتی وسائل بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے ملک نے ابھی زیادہ صنعتی ترقی نہیں کی۔ ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ جو لوگ امیر ہیں وہ غریبوں کی مدد کریں۔چنانچہ حکومت فراخدلی سے غریبوں کی مدد کر رہی ہے۔ اب غریبوں کی آمدنی اور مزدوری بڑھ رہی ہے۔ لاکھوں مکانات تعمیر ہو رہے ہیں۔ کسانوں کی مدد کی جا رہی ہے۔ لوگوں کو مناسب روزگار مہیا کیا جا رہا ہے۔ اس طرح ملک سے غربت کی لعنت دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

بھیک مانگنا

کچھ لوگ بے روز گاری یا بیماری کی وجہ سے یا اپنی غربت کی وجہ سے تنگ آ کر بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی بُری عادت ہے۔ بھیک مانگنے والے اپنے آپ پر بھروسا کرنے کی بجائے دوسروں کی سخاوت پر بھروسا کرتے ہیں اور یوں ان کی کام کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے رزق حلال کمانے پر زور دیا ہے اور ہر قسم کی بھیک مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ ہر شخص کو اپنی قوت بازو، عقل، محنت، ہمت اور لگن سے کام کر کے روزی کمانی چاہیے۔ بھیک مانگنے والا معاشرے پر بوجھ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا معاشرے میں کوئی مقام ہوتا ہے۔ حکومت تمام رفاہی اداروں، زکواۃ اور عشر کی مدد سے بھیک مانگنے کی لعنت کو ختم کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ایسے مراکز قائم کیے جا رہے ہیں، جہاں فقیروں اور بھیک مانگنے والوں کو رکھا جاتا ہے اور انھیں کوئی کام کرنا سکھا دیا جاتا ہے تاکہ وہ باعزت طور پر اپنی روزی کما سکیں۔

ناخواندگی

کسی ملک کی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کے عوام تعلیم یافتہ ہوں۔ اسی لیے تعلیم کو بہت

اہمیت دی جا رہی ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے تو چودہ سو برس پہلے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ ایک اور ارشاد ہے کہ "علم سیکھو چاہے وہ چین میں ہو"۔ عرب سے چین کا فاصلہ کافی دُور تھا اور اس وقت ریل گاڑی یا ہوائی جہاز نہیں تھے۔ چین پہنچنا بہت مشکل کام تھا۔ اس لیے حدیث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ چاہے کتنی ہی مصیبت اٹھانی پڑے، دور سے دور جانا پڑے، علم ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ در حقیقت علم ایک نور ہے اور جہالت ایک اندھیرا ہے۔ ایک جاہل کا دماغ ایک اندھیری کوٹھری کی طرح ہے۔ وہ اپنے اچھے بُرے کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے جہالت ملک کے لیے بڑی لعنت ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں جہاں تعلیم کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ انگریزوں نے تعلیم کو عام کرنے کی کوشش نہیں کی۔اس لیے ملک میں اکثر لوگ ناخواندہ ہیں لیکن ہماری حکومت نے نئی تعلیمی پالیسی جاری کی ہے جس کے تحت تعلیم میں بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ حکومت تعلیم پر کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ ہزاروں پرائمری اسکول کھولے جا رہے ہیں۔ ہائی اسکول اور کالج قائم کیے جا رہے ہیں۔ ان علاقوں کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے۔جہاں تعلیم کی سہولتیں کم ہیں۔ ان تمام کوششوں سے امید ہے کہ ملک سے جہالت کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔

بیماریاں

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ پرانا اور سچا قول ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو تو دنیا کی ہر چیز بے کار ہے۔ صاف ہوا، صاف پانی، سادہ غذا، تھوڑی ورزش اور پورا آرام یہ اصول ہیں جن سے تندرستی اور صحت قائم رہتی ہے۔ بیماریاں معمولی بھی ہوتی ہیں اور جان لیوا بھی۔ بخار، نزلہ، زکام، کھانسی اور پیٹ کی شکایات تو عام ہیں۔ اس کے علاوہ تپ دق، کینسر اور دوسرے مہلک امراض بھی ہوتے ہیں۔اس مسئلے کو حکومت نے اہمیت دی ہے۔ عوام کی صحت کی اسکیم تیار کی گئی ہے جس کے تحت شہروں اور دیہات میں علاج معالجے کے مراکز قائم کیے جا رہے ہیں۔ آٹھ دس ہزار کی آبادی پر ایک صحت کا مرکز قائم کیا جائے گا جہاں دوائیں کافی مقدار میں مہیا ہوں گی۔ ڈاکٹروں کو دیہات میں کام کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ نئے اسپتال تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ زیادہ تعداد میں ڈاکٹر تیار کرنے کے لیے نئے میڈیکل کالج کھولے گئے ہیں۔

بیروزگاری

ہر انسان کی کچھ بنیادی ضرورتیں ہوتی ہیں جیسے غذا اور سر چھپانے کو مکان اور لباس۔ خداوند کریم نے ہر انسان کو ایسی صلاحیتیں دی ہیں کہ وہ محنت کر کے اپنی ضروریات حاصل کر سکتا ہے لیکن ہر ایک کی ذہنی قوتیں مختلف ہوتی ہیں اور اس کے ماحول کا اس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً دیہات میں لوگ تعلیم حاصل نہیں کرتے' ان کا روزگار کھیتی باڑی ہے۔ شہروں میں مزدور اور دستکار ہوتے ہیں اور کافی تعداد میں لوگ تجارت سے بھی روزی کماتے ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیم یافتہ لوگ انجینئر' ڈاکٹر وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو روزگار چاہیے۔ ملک کی حکومت اپنے مالی وسائل کے مطابق لوگوں کو روزگار مہیا کرتی ہے۔ نجی کارخانوں' دفاتر اور دوسرے اداروں میں بھی ملازمتیں مل جاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں زیادہ تر لوگ بے مقصد تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے سرکاری ملازمتیں رکھتے ہیں۔ جب وہ نہیں ملتیں تو بیروزگار رہتے ہیں۔ اس طرح آسامیوں کے مقابلے میں امیدواروں کی تعداد لاکھوں زیادہ ہو جاتی ہے۔ بیروزگاری بڑی مصیبت کا باعث ہوتی ہے۔ بیروزگار لوگ ملک اور قوم پر بار بن جاتے ہیں۔ حکومت نے جہاں اور مسائل حل کیے ہیں وہاں بیروزگاری دور کرنے کی ترکیبیں بھی کی ہیں۔ تعلیم میں اس قسم کی تبدیلیاں کی جا رہی ہیں کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اپنی روزی خود کمانے کے قابل ہو جائیں۔

آبادکاری

ایک انسان یا خاندان ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر بس جائے تو اس کو آباد کرنے کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی ضرورتیں مہیا کرنی پڑتی ہیں۔ پاکستان میں ایسے لاکھوں لوگ ہیں جو برسوں سے جھونپڑیوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے شہروں میں غیر انسانی ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں۔ گندے علاقے میں ٹوٹی جھونپڑیاں ہیں۔ بیماریوں کا ماحول ہے۔ ان لوگوں کو بھی بہتر جگہ منتقل کرنا' ان کی موجودہ جگہ پر ان کو زندگی کی ضروریات مہیا کرنا بھی آبادکاری میں شامل ہے۔ پاکستان میں تو شروع سے ہی آبادکاری کا مسئلہ بڑا مشکل رہا ہے۔ آبادکاری کے سلسلے میں تعمیر مکانات' پینے کا پانی اور صفائی وغیرہ کے انتظامات بھی بڑی تیزی سے کیے جا رہے ہیں۔ سڑکیں' اسپتال اور اسکول قائم کیے جا رہے ہیں تاکہ وہاں کے رہنے والے لوگ صحیح طور پر آباد ہو جائیں۔ آبادکاری کا مسئلہ اتنا زیادہ ہے

کہ تھوڑی سی مدت میں حل نہیں ہو سکتا۔ حکومت کی کوششوں سے امید ہے کہ رفتہ رفتہ آباد کاری کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ناقص اور ناکافی خوراک

لوگوں کی صحت اور خوشی کا دارو مدار غذائیت سے بھرپور بے ضرر خوراک پر ہے۔ اگر لوگ صحت مند ہوں تو وہ ملک کی بھلائی اور بہبود کا سبب بنتے ہیں۔ ہمارے ملک میں خوراک کی کمی اور ناقص خوراک کے استعمال کی وجہ سے لوگوں کی تندرستی پر خراب اثر پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ غذا کی کمی یا غذا کی خرابی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ان کو قسم قسم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ جو کچھ عرصے بعد جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔ پاکستان میں اوسط عمر کا اندازہ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے اور پاکستان میں بچوں کی موت کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ماؤں کو نہ خود اچھی خوراک ملتی ہے اور نہ وہ اپنے بچّوں کو اچھّی خوراک دے سکتی ہیں۔ جو غذا بچّوں کو دیتی ہیں وہ مناسب نہیں ہوتی۔ چنانچہ بچّے بیمار پڑجاتے ہیں۔ بچّوں کو پوری خوراک نہ ملے تو وہ پوری نشوونما نہیں پاسکتے۔ بچے اپنی عمر کے اعتبار سے پستہ قد رہ جاتے ہیں یا ان کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ یہ بچے سُست رہتے ہیں اور کھیل کود میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس جسمانی کمزوری کے باعث ان کی ذہنی صلاحیتیں بھی پست ہو جاتی ہیں وہ تعلیم میں بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ یہی حال بڑی عمر والوں کا ہے اگر ان کو پوری غذائیت کی خوراک میسر نہ آئے تو ان کا وزن بھی کم ہوجاتا ہے اور وہ کمزور ہوجاتے ہیں۔

سوالات

1 ----- سیم اور تھور سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

2 ----- ہمارے ملک کو کن مسائل کا سامنا ہے؟

3 ----- ناقص اور ناکافی خوراک سے کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

عملی کام

1 ----- پاکستان کے نقشے کے خاکے میں اس جگہ رنگ بھریں جہاں سیم و تھور سے نقصان ہوا ہے۔

2 ----- کسی قریبی اسپتال میں جاکر مریضوں کی عیادت کریں اور ان کو کچھ پھول اور پھل دے کر آئیں۔

3 ----- ان اصولوں کی فہرست بنائیں جن سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

چودھواں باب

چند اہم شخصیتیں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہا، رَسُولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی سب سے پہلی بیوی اور حضرت فاطمہؓ کی والدہ تھیں۔ وہ بڑی مالدار خاتون تھیں۔ ان کے والد بہت بڑے تاجر تھے اور اپنا تجارتی مال دُور دُور ملکوں میں بھیجتے تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ کے والد اور ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے تجارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس زمانے میں اونٹوں کے ذریعے سفر ہوتا تھا۔ ان کو اپنا کاروبار چلانے کے لیے ایک ایماندار آدمی کی ضرورت تھی۔ اس زمانے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بڑی شہرت تھی وہ دیانت دار، سچے اور امین مشہور تھے۔ مکّے والے ان کو صادق اور امین کہتے تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی شہرت سنی تو آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ان کا مال لے کر دوسرے ملکوں میں جائیں۔ آپؐ نے یہ درخواست منظور کر لی اور حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر دور دور ملکوں میں جانے لگے۔ جب آپؐ سامان فروخت کر کے واپس آتے تو حضرت خدیجہؓ کو بہت منافع ملتا۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے اخلاق، ایمانداری، سچائی اور نیکی دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں اور انھوں نے درخواست کی کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم حضرت خدیجہؓ سے شادی کر لیں۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی اور وہ بیوہ تھیں اور حضورؐ کی عمر مبارک صرف پچیس سال تھی مگر آپؐ نے شادی کا پیغام منظور کر لیا اور شادی کر لی۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کی خدمت اور دل جوئی میں دل و جان سے مصروف ہو گئیں۔

جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوئی تو آپؐ عبادت کے لیے مکّے کے قریب ایک غار میں کئی کئی روز ٹھہرتے اور کھانے پینے کی کوئی پروا نہ کرتے۔ اس غار کا نام غار حرا ہے۔ آپؐ برابر عبادت میں مصروف رہتے۔ آخر کار ایک روز اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر اسی غار میں آیا اور آپؐ

کو قرآن مجید کی آیت پڑھائی۔ جب فرشتہ چلا گیا تو آپؐ کی عجیب حالت ہو گئی۔ تمام بدن کانپنے لگا اور پسینہ بے حد آنے لگا۔ آپؐ کو بڑی بے چینی تھی۔ آپؐ جب گھر پہنچے تو حضرت خدیجہؓ کو پورا حال سنایا۔ انھوں نے آپؐ کی بات پر فوراً یقین کر لیا اور بڑی تسلی دی اور کہا خدا آپؐ کا مدد گار ہے۔ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد کافروں نے آپؐ کو تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کو کافی عرصے تک ایک گھاٹی کے اندر رہنا پڑا۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ وقت بڑی سختی اور پریشانی کا تھا۔ حضرت خدیجہؓ آپ کے ساتھ رہیں اور آپؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے 65 برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت خدیجہؓ نے تقریباً 25 برس تک رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کی اور ہر حالت میں ساتھ دیا۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "جب دوسرے لوگ میری بات ماننے کو تیار نہ تھے اس وقت خدیجہؓ نے میرے سچّے ہونے کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا اور جب میرا کوئی مدد گار نہ تھا اس وقت انھوں نے میرا ساتھ دیا"۔ اسلام کے لیے یہ ان کی بڑی خدمت تھی۔ دنیائے اسلام میں حضرت خدیجہؓ کی بڑی عزت اور عظمت ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا

حضرت فاطمہؓ، حضرت محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ آپؓ ابھی کم سن ہی تھیں کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نگرانی میں آپؓ کی پرورش ہوئی۔ جب آپؓ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو حضرت علیؓ کے ساتھ آپؓ کی شادی ہو گئی۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی کو جہیز میں ایک چارپائی، ایک چمڑے کا تکیہ، ایک کھجور کے پتوں کا بستر، کپڑے دھونے کا ایک برتن، ایک چمڑے کی مشک، آٹا پیسنے کی ایک چکی، ایک چادر، ایک لوٹا، مٹی کا گھڑا اور دو مٹی کے پیالے ملے۔

حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ کی بڑی اطاعت اور خدمت کرتی تھیں۔ اپنے گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ کھانا پکاتیں، جھاڑو دیتیں، چکی پیستیں اور بچّوں کی تربیت پر بھی خاص طور پر توجہ دیتی تھیں۔ حضرت علیؓ بھی گھر کے کاموں میں ان کی مدد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپؓ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ انھوں نے رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم سے زندگی گزارنے کے اصول سیکھے تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم آپؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے مکان کے قریب ہی حضرت فاطمہؓ کو رکھا

تھا۔ جب کبھی آپؐ غزوے پر تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملنے جاتے۔ حضرت فاطمہؓ بھی نبی کریمؐ کی خدمت دل و جان سے کرتی تھیں۔ ان کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ و آلِہٖ وَسَلَّم سے بے انتہا محبت تھی۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت فاطمہؓ کو بے حد صدمہ ہوا۔ وہ اس غم کو برداشت نہ کر سکیں اور صرف چھ ماہ بعد وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

شوہر کی اطاعت اور محبت، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تربیت اور خدا کی عبادت میں حضرت فاطمہؓ اسلامی دنیا کی تمام عورتوں کے لیے ایک نمونہ تھیں۔ وہ دنیاوی تکالیف اور پریشانیوں کو خوشی سے برداشت کرتی تھیں۔ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتی تھیں اور راتوں کو عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ آپؓ خاتونِ جنت ہیں اور سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت علی کرم اللہ وجہ، اور حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے اور رسول کریمؐ کے نواسے حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مدینے میں پیدا ہوئے تھے۔ رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کی پیدائش کی خبر سن کر بے حد خوش ہوئے اور خود ان کے کان میں اذان دی اور ان کا نام رکھا۔ حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کے بڑے بھائی حضرت امام حَسَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تھے۔ ان دونوں صاحبزادوں سے رسول کریمؐ کو بے انتہا محبت تھی۔ ان کی تربیت میں ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ حضرت امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، چھ برس کی عمر تک نبی کریمؐ کی خاص توجہ کا مرکز بنے رہے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کے چھ ماہ بعد ہی حضرت فاطمہؓ بھی وفات پا گئیں۔

ان کے والد بزرگوار حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے مگر انھوں نے جلد ہی خلافت سے ہاتھ اٹھا لیا اور امیر معاویہؓ باقاعدہ خلیفہ ہو گئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے لڑکے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد بنا دیا اور وہ امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد خلیفہ بن گیا۔ یزید اچھا آدمی نہیں تھا اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ خلافت کے قابل نہ تھا اس نے گدی پر بیٹھتے ہی یہ کوشش کی کہ حضرت امام حسینؓ سے بیعت لے لے۔ مگر حضرت امام حسینؓ نے یہ بات منظور نہیں کی۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں کوفہ صدر مقام تھا۔ وہاں کے لوگ حضرت امام حسینؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے حضرت امام حسینؓ سے درخواست کی کہ وہ کوفے تشریف لے آئیں۔ ہم لوگ ان کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ

حضرت امام حسینؓ معہ اہل و عیال اور چند ساتھیوں کے مکّے سے کوفے کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ کو لڑائی کا بالکل خیال نہ تھا ورنہ چھوٹے شیر خوار بچوں اور عورتوں کو ہمراہ نہ لے جاتے۔ جب یزید کو معلوم ہوا تو اس نے ایک ظالم شخص کو کوفے کا گورنر بنا دیا۔ اس کی سختی سے کوفے کے لوگ ڈرنے لگے اور حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے واپس چلا جائے مگر کسی نے حضرت امام حسینؓ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس وقت کل بہتر (72) ساتھی تھے۔ جب یہ قافلہ دریائے فرات کے کنارے کربلا کے مقام پر پہنچا تو یزید کی فوج نے راستہ روک لیا اور قافلے کا پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے بچّے، عورتیں، جوان اور بوڑھے سب پیاس سے بلبلا اٹھے۔ یزید کی فوج کا سالار امام عالی مقامؓ سے زبردستی یزید کی بیعت لینا چاہتا تھا۔ مگر حضرت امام حسینؓ حق اور سچائی کی راہ سے ذرا بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ آخر کار دسویں محرم کو یزید کی فوج نے حضرت امام حسینؓ کے قافلے پر زبردست حملہ کر دیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے حضرت امام حسینؓ کے سب ساتھی اور عزیز ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ آخر میں حضرت امام حسینؓ رہ گئے اپنے اہل و عیال سے رخصت لے کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور دشمنوں کی صفوں کو چیر کر رکھ دیا۔ مگر دشمنوں نے چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور امام علی مقامؓ نڈھال ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور خدا کی بارگاہ میں آخری بار سر جھکا کر سجدے میں گر گئے۔ اسی حالت میں شمر نے تلوار سے آپؓ کا سر مبارک جسم سے جدا کر دیا۔

ایسی قربانی کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؓ کی اس زبردست قربانی نے اسلام کو بچا لیا۔ ان کی شہادت کی یاد ہر سال محرم میں منائی جاتی ہے۔

محمّد بن قاسم

سندھ کو اسلام کا دروازہ کہتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے جنوبی ایشیا میں اسلام سندھ میں پھیلا۔ آج سے تقریباً ساڑھے بارہ سو سال پہلے ایک نوجوان جرنیل محمّد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اس کی بعد مسلمان یہاں آباد ہو گئے۔

مسلمانوں کے یہاں آنے سے قبل سندھ میں ایک ہندو راجا داہر حکومت کرتا تھا۔ عرب کے مسلمان سوداگر تجارت کے لیے دور دور تک جاتے تھے۔ ایک مرتبہ عرب تاجروں کے خاندانوں کے لوگ اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز میں لنکا سے اپنے وطن واپس جا رہے تھے۔ جب وہ موجودہ کراچی کے قریب

سے گزرے تو یہاں کے ہندو ڈاکوؤں نے جہاز کو لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ یہ خبر سن کر اس وقت بصرے کے گورنر حجاج نے راجا داہر کو لکھا کہ وہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دے اور مال واپس

محمّد بن قاسم

کر دے مگر راجا داہر نے انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک فوج نے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ کر دیا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت 17 برس کی تھی۔ اس نے راجا داہر کو شکست دی اور سندھ کی بندرگاہ دیبل پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام موجودہ کراچی کے قریب واقع تھا۔ اس کے بعد محمّد بن قاسم آگے بڑھا اور دریائے سندھ کے کنارے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ راجا داہر پھر ایک فوج جمع کر کے مقابلے پر آیا مگر مسلمانوں میں جوش تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس جنگی سامان اچھا تھا۔ وہ لوگ مشینوں کے ذریعہ دشمنوں پر پتھر پھینک سکتے تھے اور ایسے تیر پھینکتے تھے جن کے سرے پر آگ کا گولہ ہوتا تھا۔ وہ تیر جہاں گرتے تھے، وہاں آگ لگ جاتی تھی۔ راجا داہر کے پاس ہاتھی بہت تھے مگر وہ لڑائی میں ڈر کے بھاگنے

لگے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی فوج کو بری طرح شکست دی۔ راجا داہر مارا گیا پورے سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ محمد بن قاسم کی فوجیں ملتان تک پہنچ گئیں۔ محمد بن قاسم یہاں کچھ عرصے تک رہا اس کے بعد اس کو واپس بلا لیا گیا۔
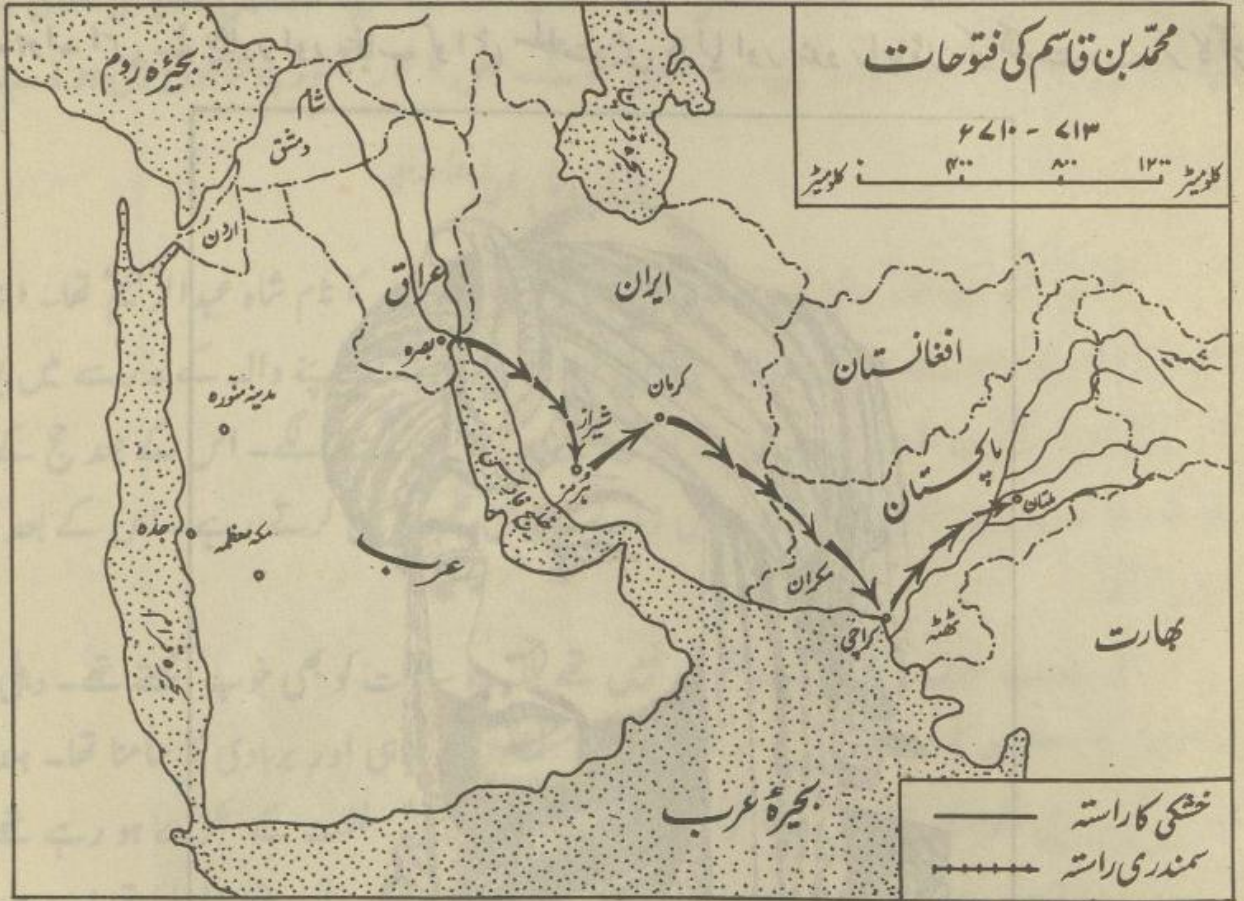
محمد بن قاسم نے فتح کیے ہوئے علاقوں کا انتظام بڑی خوبی سے کیا اس نے دوسری انتظامی باتوں کے علاوہ ڈاک کا انتظام بھی کیا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے ساتھ اس نے بہت اچھا برتاؤ کیا۔ ان کو پوری مذہبی آزادی دی تھی۔ وہ لوگ محمد بن قاسم سے محبت کرنے لگے جب اس کو واپس بلا لیا گیا تو یہاں کے لوگوں کو بہت افسوس ہوا۔

سلطان محمود غزنوی

افغانستان میں ایک علاقہ غزنی کا ہے۔ آج سے نو سو برس پہلے یہاں سبکتگین نامی ایک بادشاہ تھا۔ اس زمانے میں پنجاب میں راجا جے پال حکومت کرتا تھا۔ راجا جے پال سبکتگین کی حکومت ختم کرنا چاہتا تھا۔

اس لیے سبکتگین نے پنجاب پر حملہ کر کے راجا جے پال کو شکست دی۔ راجا نے صلح کر لی اور ایک بڑی رقم سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر سبکتگین کے انتقال کے بعد وہ اپنے وعدے سے پھر گیا۔ سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے راجا جے پال کو سزا دینے کے لیے پنجاب پر حملہ کیا اور راجا جے پال کو شکست دی۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس نے ہندوستان پر 17 حملے کیے اور ہر مرتبہ کامیاب ہوا۔ اس نے پشاور اور پنجاب کو اپنی سلطنت میں ملا لیا اور ہندو راجاؤں کو شکست دے کر کانگڑہ،

محمود غزنوی

متھرا اور قنوج وغیرہ فتح کر لیے۔ سب سے آخر میں بڑا لمبا سفر کر کے کاٹھیا واڑ پہنچا۔ ہندوؤں نے ایک زبردست فوج کے ساتھ سومنات کے مقام پر مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ کیا۔ سومنات میں ہندوؤں کا ایک مشہور مندر تھا۔ ہندوؤں کو پورا بھروسا تھا کہ ان کے دیوتا ان کی مدد کریں گے۔ ہندو تعداد میں بہت زیادہ تھے مگر محمود غزنوی بڑا بہادر جرنیل تھا اور اس کی فوج میں اسلامی جوش تھا۔ لڑائی میں سلطان کی فتح ہوئی۔

یہ محمود غزنوی کا آخری بڑا حملہ تھا۔ وہ غزنی واپس چلا گیا اور وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ محمود غزنوی نے اپنے ملک میں تعلیم، ادب اور فن کی سرپرستی کی۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے شاعر، حکیم اور عالم جمع کیے جن میں مشہور تاریخ داں البیرونی اور مشہور شاعر فردوسی شامل تھے۔ البیرونی نے ہندوستان کی تاریخ لکھی اور فردوسی نے ایک بہت مشہور نظم لکھی تھی۔ سلطان محمود نے اپنے ملک میں رعایا کی بھلائی کے کام بھی کیے مسجدیں بنوائیں، نہریں کھدوائیں اور اسکول کھولے۔ اس کا شمار مشہور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد کا نام شاہ عبدالرحیمؒ تھا۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد سے حاصل کی اور پھر عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد کے مدرسے میں پوری کی۔ سترہ سال کی عمر میں وہ خود مدرسے میں مدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ اس کے بعد حج کے لیے چلے گئے اور دو سال مدینہ منورہ میں رہے۔ اس زمانے میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آگئے۔

شاہ صاحب صرف ایک بڑے عالم ہی نہیں تھے بلکہ وہ سیاست کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ دہلی میں مغل بادشاہوں کی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا اور مسلمانوں کو تباہی اور بربادی کا سامنا تھا۔ ہندو پورے جنوبی ایشیا پر اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ مغل سلطنت کے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ مرہٹے لوگ بڑے طاقت ور ہو گئے تھے۔ انھوں نے ملک کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا اور دہلی تک پہنچ گئے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کی تباہی لازمی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان حالات کو دیکھا تو مسلمانوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کیا اور ان کو آپس میں اتحاد قائم رکھنے کا مشورہ دیا۔ مگر مسلمان اس وقت اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ ہندوؤں اور مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت افغانستان میں احمد شاہ ابدالی حکومت کرتا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو خط بھیجے اور اس سے کہا کہ فوج لے کر ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کو آئے۔ اگر اس نے اس وقت مدد نہیں کی تو ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور پانی پت کے میدان میں ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں اور مرہٹوں کو زبردست شکست ہوئی اور ان کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

سرسیّد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ

سرسیّد احمد خان دہلی میں 1817ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والدین نے ان کو نہایت اچھی تعلیم دی۔ جوان ہونے پر وہ بحیثیت جج کے سرکاری ملازم ہو گئے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم کیے جس سے سرسیّد احمد خان کو بے حد رنج ہوا۔ ان
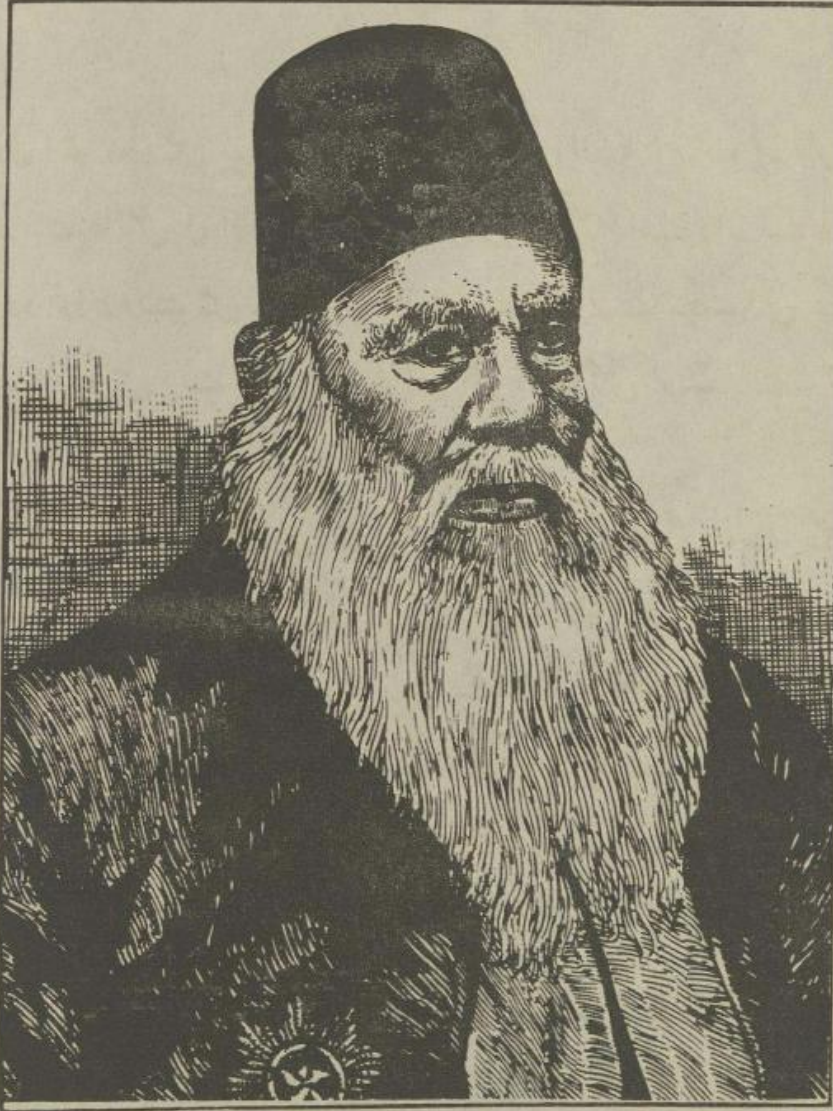
سرسیّد احمد خان

میں قوم کی خدمت کا بڑا جذبہ تھا۔ وہ بڑے دور اندیش، سمجھدار اور مخلص انسان تھے۔ اس لیے مسلمانوں کی بہتری کے لیے سوچنے لگے۔

انھوں نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کا رویہ بدل جائے اور مسلمانوں کو بھی ملک

کی حکومت میں حصہ ملے۔ وہ انگلستان بھی گئے واپسی پر انھوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ ملازمتوں اور تجارت وغیرہ میں دوسرے لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ ان کو یقین ہوگیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے انگریزی تعلیم حاصل نہ کی تو وہ ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا۔

وہ پہلے مسلم لیڈر تھے جنھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہندو انگریزوں سے مل کر پورے ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو ہمیشہ محکوم بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ سر سیّد احمد نے کہا کہ مسلمان اور ہندو علیٰحدہ علیٰحدہ دو قومیں ہیں اور یہ نظریہ ہی کچھ عرصے بعد پاکستان کے قائم ہونے کی بنیاد بنا۔ وہ زندگی بھر مسلمانوں کی آزادی اور بہتری کے لیے کوشش کرتے رہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو گئی اور مسلمانوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ علیٰحدہ قوم ہیں۔ ان کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو منظم کرنا چاہیے۔ سیّد صاحب کی کوششوں سے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔ مسلمانوں میں اپنے حقوق کی حفاظت اور علیٰحدہ قومیت کا نیا جذبہ پیدا ہوا اور مسلمان قوم کو انھوں نے ایسے راستے پر ڈالا جو آگے چل کر قوم کو پاکستان کی طرف لے گیا۔ مسلمان قوم پر سید صاحب کا یہ بڑا احسان ہے۔

سیّد جمال الدّین افغانی رحمۃ اللہ علیہ

سیّد جمال الدّین افغانی، افغانستان میں جلال آباد کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ افغانستان کے سیّد خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام سیّد صفدر تھا جو افغانستان میں اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ سیّد صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالموں سے علم حاصل کیا۔ جب سیّد صاحب کی عمر اٹھارہ برس کی تھی ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ والد کے انتقال کے بعد افغانستان سے حج کے لیے روانہ ہو گے۔ کچھ دنوں ہندوستان میں بھی قیام کیا۔ جب وہ حج کر کے واپس آئے تو افغانستان کے بادشاہ دوست محمد نے ان کو اپنے درباریوں میں شامل کر لیا۔ لیکن سیّد صاحب کو درباری زندگی پسند نہ تھی اس لیے انھوں نے افغانستان چھوڑ دیا اور ہندوستان ہوتے ہوئے مصر چلے گئے۔ مصر میں عالموں نے ان کی بڑی عزّت کی اور بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہو گئے۔ لیکن وہاں کی حکومت نے ان کو مصر میں ٹھہرنے نہیں دیا۔ سیّد صاحب اسلامی اتحاد کے

بڑے حامی تھے۔ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ تمام مسلمان ایک ہو جائیں اور ملک و قوم کا فرق مٹا دیں۔ مصر سے نکلنے کے بعد سید صاحب ترکی کے دارالحکومت قسطنطنیہ پہنچے۔ وہاں سید صاحب کا بڑے جوش سے استقبال کیا گیا۔ وہاں بھی وہ برابر مسلمانوں میں اتحاد کے لیے کوشش کرتے رہے۔ ان کی شہرت اب ہر ملک میں پھیل گئی۔ انھوں اپنی تقریر اور تحریر
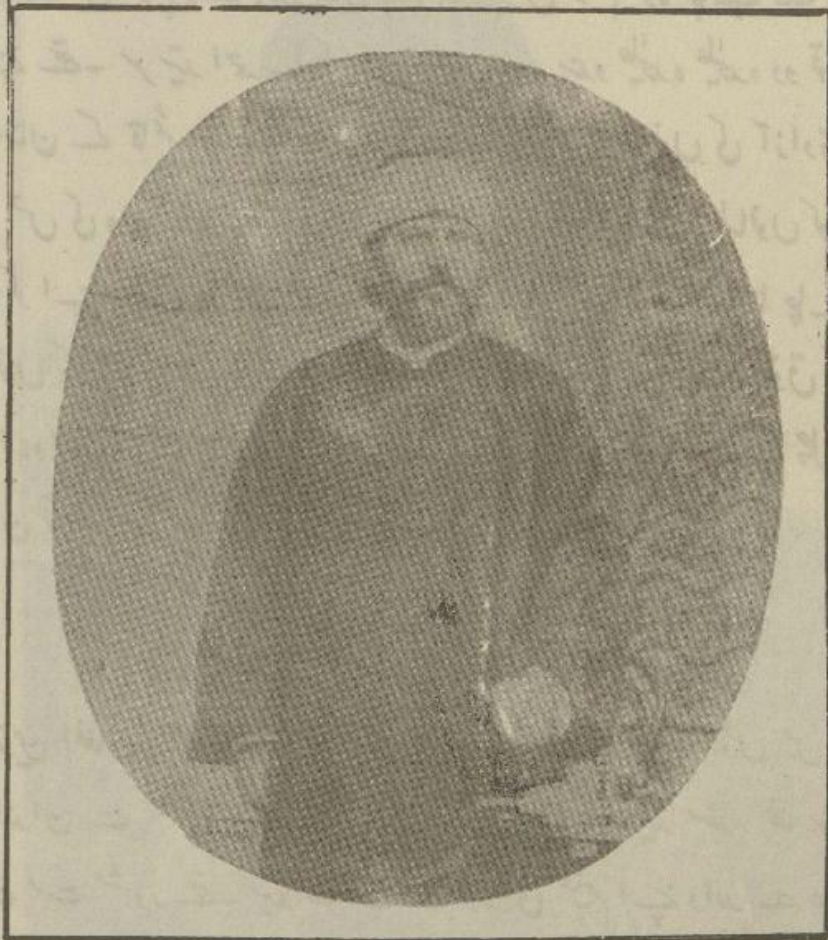
سید جمال الدین افغانی

سے مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح پھونک دی۔ آخر کار تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کو ترکی کے شہر استنبول میں دفن کر دیا گیا۔ 1939ء میں افغانستان کے بادشاہ نے ترکی سے ان کی لاش منگوا کر کابل میں دفن کردیا اور ایک شاندار مقبرہ بنوایا۔ اسلام کی جو خدمات سید صاحب نے کی ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبیداللہ سندھی سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک سکھ خاندان کے فرد تھے۔ قیام پاکستان سے قبل پنجاب کے اکثر علاقوں میں سکھ اور مسلمان ساتھ رہتے تھے۔
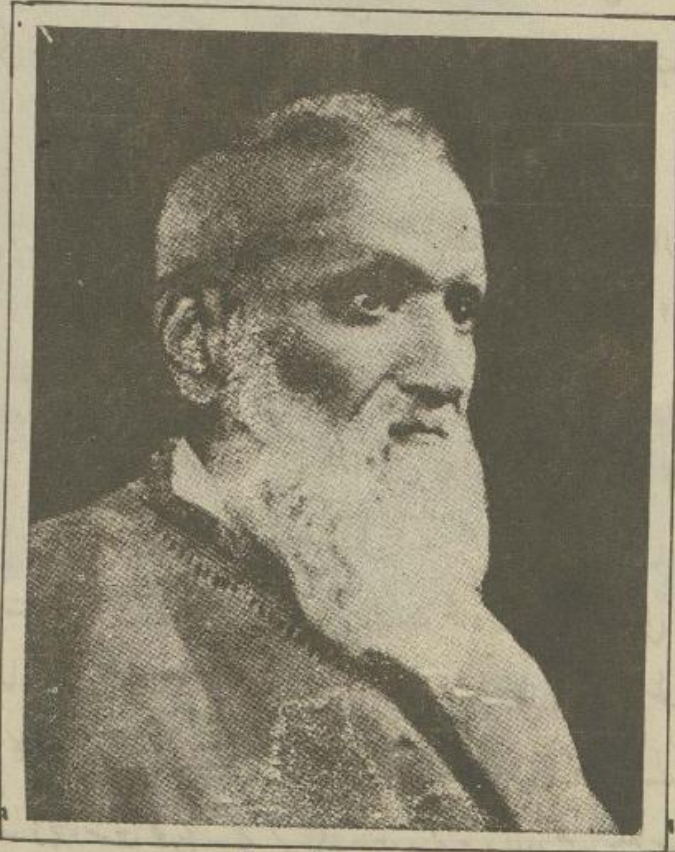
مولانا عبیداللہ سندھی

جب عبیداللہ سندھی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت ان کو اسلام سے لگاؤ ہو گیا۔ انھوں نے اسلام پر کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ خصوصاً ایک بزرگ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب کا ان پر بڑا اثر ہوا اور اسلام کی خوبیاں ان پر روشن ہو گئیں۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ان کی روحانی تعلیم اور پرورش سندھ کے ایک بزرگ، پیر حافظ محمد صدیقؒ صاحب کے ہاتھوں ہوئی چوں کہ مولانا عبیداللہ سندھی کی زندگی کا بڑا حصہ سرزمین سندھ میں گزرا اس لیے وہ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ سندھی لکھتے تھے۔

انھوں نے کئی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد اس وقت کے مشہور مذہبی تعلیم کے مرکز

دیوبند چلے گئے اور وہاں تعلیم مکمل کی مولانا عبید اللہ سندھی کے دل میں اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی آزادی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ وہ افغانستان چلے گئے اور وہاں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل رہے آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں وہ مختلف ملکوں میں گئے جن میں روس، ترکی اور حجاز مقدس شامل ہیں۔ ان کو بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ مگر انھوں نے کبھی ہمت نہ ہاری۔ آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں وہ کچھ خاص اشارے اور نشان استعمال کرتے تھے جس میں ریشمی رومال خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ان کی تحریک "ریشمی رومال" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ بڑے طویل عرصے کی جلا وطنی کے بعد مولانا وطن واپس آئے اور آخری عمر تک اسلام کی خدمت اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔

احمد شاہ ابدالیؒ

احمد شاہ ابدالی ایران کے بادشاہ نادر شاہ کا فوجی افسر تھا۔ وہ ایک افغان سردار تھا۔ جب نادر شاہ قتل کر دیا گیا تو احمد شاہ ابدالی قندھار میں خود مختار بادشاہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح اس نے سلطنت افغانستان کی بنیاد ڈالی۔

اس زمانے میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زوال ہو رہا تھا۔ مرہٹے لوگ جو مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ہندوستان کے بڑے علاقے پر قبضہ کر چکے تھے۔ دہلی کے مغل بادشاہ کو بھی انھوں نے کمزور کر دیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ایک بزرگ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو مسلمانوں کی تباہی کا بڑا رنج تھا۔ انھوں نے احمد شاہ ابدالی سے درخواست کی کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کرے اور اپنی فوج سے مرہٹوں کی طاقت کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی اپنی فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ مرہٹوں نے بڑی تیاری کی اور ایک زبردست فوج لے کر پانی پت کے میدان میں جمع ہو گئے۔ یہ میدان دہلی کے قریب ہے۔ احمد شاہ ابدالی کی فوجوں نے مرہٹوں کو بری طرح شکست دی۔ ان کے بہت سے سردار مارے گئے اور فوج کا صفایا ہو گیا۔ احمد شاہ ابدالی کی یہ فتح اس لیے اہم ہے کہ اس نے مرہٹوں کی طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا اور جنوبی ایشیا میں ہندو اور مرہٹہ راج قائم ہونے کے منصوبے ختم ہو گئے۔ اس فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی اپنے ملک افغانستان واپس چلا گیا۔

ڈاکٹر محمدؐ اقبالؒ

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے پاکستان کا تصور ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے پیش کیا۔ وہ ایک بڑے

فلسفی، شاعر، قوم کے رہبر اور سچّے مسلمان تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہاں مسلمانوں کی حکومت علیحدہ قائم ہونی چاہیے۔ خدا نے ان کی یہ آرزو پوری کی لیکن وہ اس کو اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔
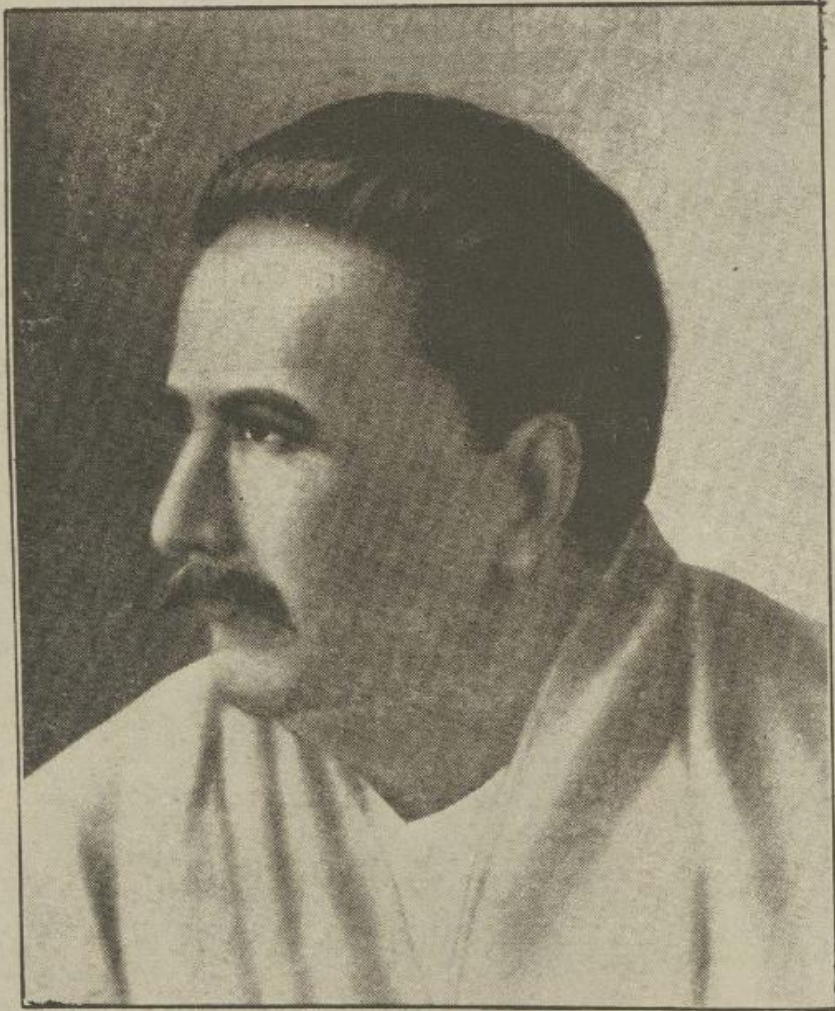
ڈاکٹر محمد علامہ اقبالؒ

علامہ اقبالؒ سیالکوٹ میں 9 نومبر 1877ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے پاس کیا۔ اس کالج میں کچھ دن وہ خود بھی پروفیسر رہے اس کے بعد وہ جرمنی اور انگلینڈ چلے گئے۔ جہاں انھوں نے "ڈاکٹر آف فلاسفی" اور بیرسٹری کی ڈگریاں حاصل کیں۔ واپسی پر لاہور میں بطور بیرسٹر کام کرنے لگے اور جلد ہی ملک میں ان کی شہرت ہوگئی۔

علامہ اقبالؒ کی خاص شہرت ان کی شاعری سے ہوئی۔ انھوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ ان کی شاعری سے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ آپ مسلمانوں کی آزادی

کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہے۔ 1930ء میں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد کے صدر چنے گئے۔ انھوں نے اپنے خطبے میں صاف طور پر یہ بات کہی کہ مسلمان اور ہندو دو قومیں ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ملا کر ایک علیٰحدہ آزاد مسلم مملکت قائم کی جائے۔ انھوں نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو انگلستان خط لکھے اور درخواست کی کہ وہ جنوبی ایشیا واپس آئیں اور مسلمانوں کی رہبری کریں۔ چنانچہ قائد اعظمؒ واپس آ گئے اور مسلم لیگ کے صدر ہو گئے۔ جب تک ڈاکٹر اقبالؒ زندہ رہے وہ برابر قائد اعظمؒ کو خطوط لکھتے رہے۔ 1938ء میں ان کا انتقال ہو گیا مگر انھوں نے مسلمانوں کو جو راستہ دکھایا تھا اس پر چل کر آخر 1947ء میں مسلمانوں نے پاکستان حاصل کر لیا۔ ان کا مزار لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب ہے۔ ہر سال اپریل میں ان کی برسی بڑی عقیدت سے منائی جاتی ہے۔

قائدِ اعظم محمدؐ علی جناحؒ

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کے کچھ حالات آپ چوتھی جماعت میں پڑھ چکے ہیں۔ بیرسٹری پاس کر کے انگلستان سے واپسی پر قائد اعظم نے بمبئی میں وکالت شروع کر دی تھی اور اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہو گئے تھے۔ ان کے دل میں قوم کا درد تھا۔ انھوں نے شروع میں یہ کوشش کی کہ ہندو مسلم اختلافات ختم ہو جائیں مگر ہندوؤں کے غیر مناسب رویئے سے انھیں بڑا دکھ ہوا۔ کچھ عرصے بعد وہ انگلستان واپس چلے گئے۔ اس درمیان میں ہندو مسلم اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ اس وقت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں کوئی مخلص سیاسی لیڈر موجود نہیں تھا۔ اس لیے علامہ اقبالؒ اور مولانا محمد علیؒ نے قائد اعظمؒ کو مجبور کیا کہ وہ انگلستان سے جنوبی ایشیا واپس آجائیں۔ قائد اعظمؒ واپس آگئے۔ اور مسلم لیگ کے صدر چن لیے گئے۔

قائد اعظمؒ نے مسلمانوں کی رہبری اور قیادت ایسے وقت میں کی جب مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ان میں نہ اتحاد تھا نہ تنظیم، ہندو لیڈر مسلمانوں کی علیٰحدہ حیثیت ماننے کو تیار نہ تھے اور انگریزوں کا جھکاؤ زیادہ تر ہندوؤں کی طرف تھا۔ قائد اعظمؒ نے بڑی محنت، کوشش اور خلوص سے مسلمانوں کو متحد کیا اور ان میں آزادی حاصل کرنے کے لیے نئی روح پھونکی۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے قائد اعظمؒ کی بڑی مخالفت کی مگر انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔ قائد اعظمؒ کہتے تھے مایوسی اور ناکامی کے الفاظ میں نے سیکھے ہی نہیں۔ ان کی دیانت داری، خلوص، ہمت اور جذبہ خدمت کی وجہ سے ملک کے تمام مسلمان ان

کے ساتھ ہو گئے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ ہر معاملے میں سخت نا انصافی سے کام لیا اور وہ انگریزوں سے مل کر پورے جنوبی ایشیا پر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان حالات کو دیکھ کر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ہندوؤں کے ساتھ رہ کر مسلمانوں کو آزادی حاصل نہیں ہوگی۔ چناں چہ مسلم لیگ کا ایک اہم اجلاس لاہور میں 1940ء میں ہوا۔ اس کی صدارت قائد اعظمؒ نے کی۔ اس جلسے میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ آزاد مملکت جنوبی ایشیا کے ان علاقوں کو ملا کر قائم کی جائے جہاں مسلمانوں کی
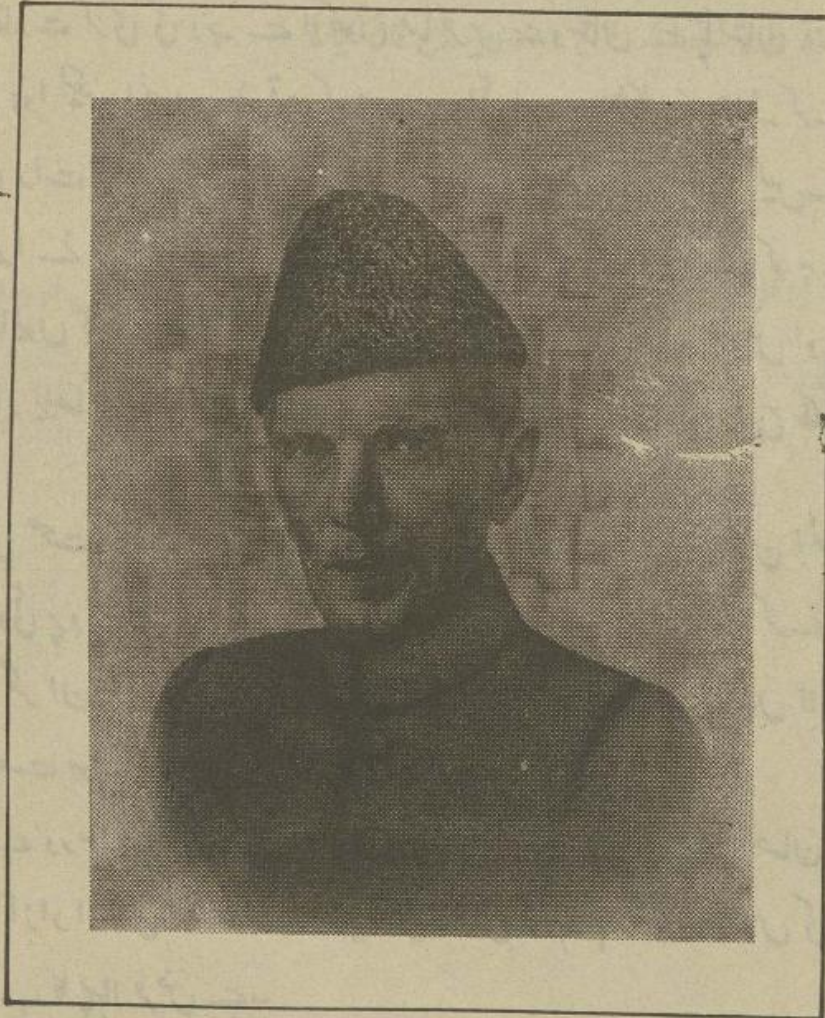
قائد اعظم محمد علی جناحؒ

اکثریت ہے۔ اس مطالبے کو قرار داد پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس قرارداد کے بعد پاکستان کے حصول کے لیے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے قائد اعظمؒ کی رہبری میں مسلسل سات برس تک جدوجہد جاری رکھی۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کی سخت مخالفت کی اور جنوبی ایشیا میں بڑے پیمانے پر فسادات کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ مگر قائد اعظمؒ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان بننے سے نہیں روک

سکتی اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔ 14 اگست 1947ء کو پاکستان قائم ہوا اور دنیا کی سب سے بڑے اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ قائد اعظمؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے اور لیاقت علی خانؒ پہلے وزیر اعظم ہوئے۔

شروع شروع میں قائد اعظمؒ اور پاکستان کے لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت کراچی، پاکستان کا صدر مقام بنایا گیا تھا۔ یہاں نہ دفتروں کی عمارات تھیں اور نہ سرکاری کام چلانے کے لیے ضروری سامان تھا اور نہ ہی خزانے میں روپیہ تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل ہوا اور فسادات و غارت گری کی وجہ سے لاکھوں مہاجرین ہندوستان سے پاکستان آئے۔ قائد اعظمؒ کو ان تمام باتوں کا بڑا رنج ہوا لیکن انھوں نے قوم کی ہمت بڑھائی اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے قوم کو تیار کیا۔ انھوں نے دن رات کام کر کے بڑی محنت سے پاکستان کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انھوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ پاکستان کو خدا نے ہر چیز دے رکھی ہے۔ قدرت کی فیاضی نے اس ملک کو ہر دولت سے مالا مال کر رکھا ہے اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں محنت، خلوص اور دیانت داری سی کام کر کے پاکستان کا وقار بڑھائیں۔ پاکستانی آزاد قوم ہیں۔ انھیں آزاد قوم کی طرح ملک کی تعمیر میں حصہ لینا چاہیے۔

قائد اعظمؒ کی صحت لگا تار کام کرنے کی وجہ سے خراب ہونے لگی لیکن انھوں نے ڈاکٹروں کے مشوروں کے باوجود کوئی پروا نہیں کی اور وہ قوم کی بھلائی کے لیے دن رات کام کرتے رہے۔ آخر کار مجبور ہو کر وہ کوئٹہ گئے مگر ان کی حالت بہتر نہ ہوئی۔ جیسے ہی ان کو کراچی واپس لایا گیا وہ اس دنیا سے 11 ستمبر 1948ء کو رخصت ہو گئے اور پوری قوم کو سوگوار چھوڑ گئے۔

اب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ لیکن پوری قوم ان کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ ان کی کوششوں سے ایک آزاد اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ اس کو قائم رکھنا اور اس کی سلامتی اور ترقی کے لیے کوشش کرنا ہم سب کا پہلا فرض ہے۔

سوالات

1 ----- حضرت فاطمہؓ کی زندگی کا حال بیان کیجیے۔

2 ----- محمد بن قاسمؒ پر دس جملے لکھیے۔

3 ----- سر سید احمد خانؒ نے مسلمانوں کی تعلیم کا کیا انتظام کیا؟

4 ------ علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے کیا مطالبہ کیا ؟

5 ------ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کا حال بیان کیجیے۔

6 ------ مندرجہ ذیل جملوں کو پورا کیجیے۔

--1 حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ کی شہادت ------ ماہ ------ تاریخ ------ کو ہوئی۔

--2 محمود غزنوی نے ہندوستان پر ------ حملے کیے۔

--3 سر سیّد احمد خانؒ نے ایک کالج -------- میں قائم کیا۔

عملی کام

1 ------ سر سیّد احمد خانؒ، ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تصویریں جمع کریں اور کاپی پر چپکا کر ہر ایک کے متعلق پانچ پانچ جملے لکھیں۔

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو سندھ
منظور شدہ: محکمۂ تعلیم حکومت سندھ بطور واحد نصابی کتاب برائے مدارس صوبۂ سندھ
قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

کوڈ نمبر: ایس۔ٹی۔بی ۱۷ | سیریل نمبر 46368

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد اشاعت	قیمت
مارچ ۱۹۹۵ء	اوّل	۵۰,۰۰۰	۲۱-۵۵